Monthly UFAQ Karachi

ماہنامہ اُفق کراچی

صدر مشرف نے حقوق نسواں ایکٹ کے ذریعے اپنے سیکولر ہونے کا ثبوت دیا۔

مفتی منیب الرحمٰن

12 مئی کا کامیاب کون! عوام یا اسٹیبلشمنٹ

کیا افتخار چوہدری بحال ہو جائینگے؟!

زرداری صاحب امر ہو جائیے!!

جماعت اسلامی نظام مصطفےٰ کی داعی؟

…مستقبل، درخشاں روایات اور تابناک ماضی کی امین

…معیت علماء پاکستان!

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہینگے۔

IQRA FOUNDATION

HIGH SCHOOL

(Registered & Recognized)

NURSERY TO MATRIC







کشادہ بلڈنگ، پرسکون ماحول

تجربہ کار و اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ

جدید سائنس اور کمپیوٹر لیب

محمد انور

(ایڈمنسٹریٹر)

B-165/35/A, (Gulshan-e-Hali) Zaman Town, Korangi 4, Karachi

021 5077662 Cell : 0333-2208724

ماہنامہ

اُفق کراچی

جلد ۱ شمارہ ۲ مئی ۲۰۰۸ء جمادی الاول ۱۴۲۹ھ

دفتر ماہنامہ اُفق B77/35A گلشن حالی، کراچی 74900

رابطہ نمبر: 0300-2699072

ضیاء القران

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ کیلئے جو تمام جہانوں کا رب ہے جو بہت مہربان نہایت رحیم ہے قیامت کا دن کا مالک ہے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ہم کو سیدھے راستے کی ہدایت دے، راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا نہ کہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا

انوار الحدیث

ترجمہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اعمال کا دارودمدار نیتوں پر ہے اور بے شک انسان کیلئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی پس اس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ وہ اسے حاصل کرے یا عورت کی طرف کہ وہ اس سے نکاح کرے پس اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی جس طرف اس نے ہجرت کی۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 1)

افکار انقلاب

مسلم شریف میں حدیث شریف ہے جزیرۃ العرب میں دو دین اکٹھے نہیں ہو سکتے امریکی فوجیں جہاں بھی جاتی ہیں موبائل چرچ اور موبائل سیکس فری زون بھی ان کے ساتھ جاتے ہیں سعودی عرب میں یہ نحوستیں پہنچ چکی ہیں وہاں پر عیسائیت کی تبلیغ کی جاری ہے اور سیکس فری زون بھی قائم ہو چکے ہیں قرآن وسنت کی روشنی میں سعودی حکومت کے کردار پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

انٹرویو امام نورانی (روزنامہ اوصاف) 7 اپریل 2001ء

ترتیب: معین الدین خان

حدیث دل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زرداری صاحب تاریخ میں امر ہو جایئے

یوں تو گیلانی سرکار کو وراثت میں مہنگائی اور بدامنی ملی ۔ مگر پاکستان کے عوام نے بڑی امیدوں کے ساتھ پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کو بقول زرداری صاحب روٹی کپڑا اور مکان ، بحالی جمہوریت اور بقول میاں صاحب ججز کی بحالی ، امن وامان اور اپنی اجڑی تقدیر سنوارنے کیلئے ووٹ دیا تھا۔

لیکن مرکز میں گیلانی صاحب کی حکومت کو قائم ہوئے 2 ماہ ہونے کے باوجود عوام کو ابھی تک کوئی خوشخبری نہیں ملی ایک زرعی ملک کے عوام گندم اور آٹے کیلئے ترس رہے ہیں پچھلے دو ماہ میں 4 مرتبہ پٹرولیم کی مصنوعات میں اضافہ ہو چکا ہے اشیاء صرف عوام کی پہنچ سے بہت دور جا چکی ہیں بے روزگاری اور بھوک سے تنگ 9 کروڑ غریب عوام خودکشیاں کر رہے ہیں مہنگائی نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے ایسے وزیراعظم ہاؤس میں ہونے والے استقبالیہ اور محفل رقص وسرور نے اس ملک کے فاقہ زدہ عوام کے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا ہے انہیں تو امید تھی کہ وزیراعظم گیلانی نے جس طرح ججز کی رہائی کا اعلان کیا تھا اس طرح یہ ہمارے محترم قائدین یک قلم ویک زبان ہو کر ججز کی بحالی اور مہنگائی کے خاتمے کا بھی اعلان کریں گے مگر افسوس صد افسوس کہ

هم کو ان سے ہے وفا کی امید
جو نہیں جانتے وفا کیا

نواز شریف اپنے رفقا کے ہمراہ زرداری صاحب کا پیچھا کرتے کرتے کبھی لاہور کبھی اسلام آباد اور اب دبئی تک پہنچ گئے کہ کسی طرح اعلان بھوربن کے مطابق ایک ماہ میں ججز کی بحالی کا وعدہ پورا ہو جائے مگر قربان جائے زرداری صاحب کی حکمتوں کے کہ انہوں نے حکومت چھوڑنے کی دھمکیوں کے باوجود نواز شریف کو پکڑائی نہیں دی اور ساتھ ساتھ نئے اتحادی بھی تلاش کر لئے جہاں تک ججز کی بحالی کا تعلق ہے تو پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ نہ کسی حکمران اور نہ اسٹیبلشمنٹ کو گوارا ہے کہ پاکستان میں ایک مضبوط عدلیہ ابھر کر سامنے آئے اور پاکستانی عدالتیں اپنے ضمیر کے مطابق فیصلے دے سکیں ہمارے حکمرانوں کو تو ملک قیوم اور شریف الدین پیرزادہ جیسے ججز کی ضرورت ہے انہیں افتخار چوہدری جیسا بے باک جج کہاں بھا سکتا ہے۔

1857ء کے بعد انگریز حکمرانوں نے برصغیر میں اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے کمشنر ، ڈپٹی کمشنر ، تھانیدار ، تحصیلدار اور پٹواریوں پر مشتمل اپنے وفاداروں کا ایک ایسا نظام تخلیق کیا جس کا کام ہی مجبور عوام کو کچل کر رکھنا تھا۔

پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ افتخار چوہدری نے اسٹیبلشمنٹ کے چہیتوں کو عدالت کے کٹہرے میں طلب کر کے ایک طرف ان کی انانیت پر ضرب لگائی دوسری طرف پاکستان کے غریب عوام کو حوصلہ دیا کہ ان کی بھی سننے والا کوئی ہے۔

مگر افسوس کہ افتخار چوہدری کو اس جسارت کی سزا یہ دی گئی کہ پورے پاکستان کو باضمیر ججز سے محروم کر دیا گیا کہ

لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

جہاں تک ہم نے غور کیا زرداری صاحب تین وجوہات کی بناء پر ججز کو بحال نہیں کریں گے (1) صدر پرویز مشرف اور محترمہ بے نظیر بھٹو میں ہونے والے معاہدے کے مطابق جہاں این آر او کے تحت پیپلز پارٹی کے قائدین سے مقدمات ختم کئے جانے تھے وہیں یہ بات بھی ہوئی تھی کہ اس کے بدلے صدر صاحب بھی کرسی صدارت پر متمکن رہیں گے اور انہیں کچھ نہیں کیا جائے گا اور افتخار چوہدری کی بحالی کی صورت میں یہ ممکن نہ ہوگا ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نومبر 2008ء تک جارج ڈبلیو بش صاحب امریکا کے صدر ہیں اور پرویز مشرف صاحب ان کے بہترین ساتھی واتحادی ہیں اور بش صاحب کی موجودگی میں صدر مشرف صاحب کو چھیڑ کر زرداری صاحب امریکا کو ناراض نہیں کر سکتے۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ ایک آزاد عدلیہ ہمارے حکمرانوں کی من مانیوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور ہمارے حکمران چاہتے ہیں کہ اعلیٰ عدالتوں کے ججز کی مدت ملازمت مختصر کر کے 3 سال کر دی جائے اور زرداری صاحب چاہتے ہیں کہ مذاکرات کا سلسلہ جون تک کھینچے کہ اگر یہ بالآخر مجبوری میں بحالی کی بھی جائے تو افتخار چوہدری صاحب فوری ریٹائرڈ بھی ہو جائیں اور ''سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی نہ ٹوٹے'' کا محاورہ عملاً درست ثابت ہو۔

ہمیں امید نہیں کہ افتخار چوہدری صاحب بحال کر دیئے جائیں گے کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہماری تاریخ ہے کہ ہم نے اپنے پیارے رسول ﷺ کے گلشن کو سر کربلا اجاڑا ہے ہم نے محمد بن قاسم کو زندہ کھال میں سلوا کر دریا برد کیا ہے ہم نے ٹیپو سلطان کو سر میدان اکیلا چھوڑا ہے ہم نے اپنے محسن ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے احسانات کا بدلہ انہیں نظر بند کر کے لیا ہے۔

تو پھر افتخار چوہدری کی کیا حیثیت ہے کہ وہ بحال ہو سکے ۔ اور ہم تو اس کو ایسا نشان عبرت بنائیں کہ آئندہ کوئی جج اسٹیبلشمنٹ کو چھیڑنے کی ہمت نہ کر سکے۔ زرداری صاحب ابھی بھی موقعہ ہے کہ آپ تاریخ میں اپنے آپ کو امر کر والیں ۔ کربلائے عدل میں اپنا نام ابن زیاد کی صف میں لکھوانے کے بجائے حر بن ریاحی کی صف میں لکھوائیں عدلیہ کو سر اٹھا کر جینے کا جذبہ عطا کریں اس ملک کی بےبس عوام کو انصاف کی امید دے دیں۔

نظام مصطفیٰ کی داعی۔ جماعت اسلامی؟

این چہ بوالعجبی است

یاداش بخیر ایک مودودی صاحب کی جماعت اسلامی تھی جس کے امیر جنرل ضیاء الحق کے ماموں میاں طفیل اور روح رواں خلیل حامدی تھے یہ وہ جماعت اسلامی تھی جو کہ متعصب خارجی نظریات رکھتی تھی اس زمانے میں مساجد پر قبضے کی منظم وارداتیں۔ کالجز اور جامعات میں مخالفین کی ٹانگیں توڑنا اور جہاد افغانستان کے ثمرات کو سمیٹنا ہمارے ان ''صالحین'' کا من پسند مشغلہ تھا۔

ہمیں خوب یاد ہے کہ جب ہم کالج میں عشق رسول کی بات کرتے تھے تو ان کے سمجھ دار حلقوں کی طرف سے پھبتی کسی جاتی کہ انجمن طلباء اسلام والے کالجوں میں عاشق معشوقی پھیلا رہے ہیں اور سنجیدہ حلقہ طعنہ زن ہوتا کہ پورے اسلامی لٹریچر میں عشق رسول کی اصطلاح کا کہیں بھی ذکر نہیں جلسہ میلاد مصطفیٰ کی مخالفتیں ہوئیں، نعت خوانی کا مذاق اڑایا جاتا، تعلیمی اداروں میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کے جلسوں پر حملے کروانا، پھر جماعت کا ایک نیا دور آیا جس میں ''پاسبان'' کے کاندھوں پر سوار قاضی حسین احمد اور جمعیت کے کارکن جماعت پر چھا گئے کہیں قاضی کا ڈیرہ اور کہیں ''کرکٹ کے بلے'' چلتے نظر آئے۔ کہیں اور ''اسلامی'' سے عوامی بننے کی تگ ودو دیکھ کر ہمیں NED یونیورسٹی میں گونجنے والا ''ہلہ گلہ ڈسکو ملا'' کا نعرہ حقیقت بنتے نظر آیا۔

مگر جب ہم نے جماعت اسلامی کے بینرز پر نظام مصطفیٰ کی داعی اور عشق رسول ﷺ کے تقاضے کی عبارات دیکھیں اور کیمپوں اور ٹرکوں پر ''لبیک یا رسول اللہ'' کے ترانے چلتے دیکھے تو ہم حیرت سے گنگ رہ گئے کہ

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

ہم مودبانہ گزارش کریں گے جماعت کے ارباب حل وعقد سے کہ اب وہ ''دورنگی'' چھوڑ کر ''یک رنگ'' ہونے کا اعلان کریں یا تو نظام مصطفیٰ، عشق رسول کی اصطلاحات کو اختیار کریں اور لبیک یا رسول اللہ کا عقیدہ رکھنے والوں کے ساتھ ''کونوا مع الصدقین'' ہو جائیں اور بانی جماعت کے گمراہ کن نظریات جنہیں وہ معمولات اہلسنت کو گمراہی کہتے ہیں سے برأت کا اظہار کریں۔ عرض جمعیت علماء پاکستان اور انجمن طلباء اسلام کے ذمہ داران سے کہ ہو خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں آپ کا نظریاتی مخالف آپ کا سب کچھ لوٹ رہا ہے حتی کہ آپ کی اصطلاحات بھی آپ کے پاس نہ رہیں تو کیا بنے گا۔

دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

والسلام
السید عقیل انجم
مدیر اعلیٰ
ماہنامہ افق کراچی

محمد کی تلوار

اری ایونری۔ ترجمہ ضیاء نیر

رومی شہنشاہوں کے زمانے میں عیسائیوں کو زندہ شیروں کا نوالہ بننے کیلئے پھینک دیا جاتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ شہنشاہوں اور سربراہان کلیسا کے درمیان تعلقات میں خاصی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔

خلاف صلیبی جنگ کے حوالے سے اچھا تاثر پیدا کیا۔

جرمن یونیورسٹی میں دیے گئے اپنے لیکچر میں پوپ

تھے جن کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بیان کردہ الفاظ یہ تھے۔

"مجھے دکھاؤ محمد (ﷺ) کے پیغام میں کیا بات نئی ہے۔ اس میں سوائے برائی اور غیر انسانی باتوں کے تمہیں کیا ملے گا جیسا کہ اس نے حکم دیا کہ مذہب کو تلوار سے پھیلایا جائے"۔

پوپ نے جو باتیں کہیں وہ تین سوالات پیدا کرتی ہیں۔

1۔ بادشاہ نے یہ سب کچھ کیوں کہا؟
2۔ کیا اس نے جو کہا وہ سچ ہے؟
3۔ موجودہ پوپ نے ان باتوں کا حوالہ کیوں دیا؟

پوپ بینی ڈکٹ ہشتم نے گذشتہ سال جرمن یونیورسٹی میں لیکچر کے دوران اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں جو ہرزہ سرائی کی تھی اور تاریخی حقائق کو مسخ کرتے ہوئے نازیبا کلمات کہے تھے اس کے جواب میں پوری دنیا اور بالخصوص اسلامی ممالک میں شدید رد عمل ہوا تھا حتیٰ کہ غیر مسلم اسکالرز نے پوپ کے اس بیان کی مخالفت کی۔ اسی پس منظر میں اسرائیلی اسکالر (Uri Avenry) "اری ایونری" نے یہ چشم کشا مضمون تحریر کیا جو مشرق و مغرب کے تمام حقیقت پسند غیر متعصب اہل علم کے لئے ایک ایسی گواہی ہے جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کی طرح تمام معروضی حقائق کھل کر سامنے آ جاتے ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ اسرائیلی دانشور کا یہ مسکت جواب جس کا ترجمہ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں ہمارے قارئین کو اسلام دشمن پراپیگنڈے کے پیچھے کارفرما ذہنیت سمجھنے میں مدد دے گا۔

قسطنطین عظیم جو کوئی سترہ صدیاں قبل 306ء میں شہنشاہ بنا اس کے دور میں اس کے زیر اقتدار علاقوں میں جس میں فلسطین بھی شامل تھا عیسائی عقیدے کو خاصا فروغ حاصل ہوا۔ صدیوں بعد کلیسا دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک مشرقی (قدامت پسند) اور دوسرا مغربی (کیتھولک) مغربی حصے میں بشپ روم نے پوپ کا لقب اختیار کرنے کے بعد شہنشاہ سے مطالبہ کیا کہ اس کی سیادت کو تسلیم کر لی جائے۔

شہنشاہوں اور پوپ کے درمیان کشمکش نے یورپی تاریخ میں اقوام میں تفریق پیدا کرنے کے حوالے سے کلیدی کردار ادا کیا۔ اس میں نشیب و فراز آتے گئے۔ بعض دفعہ شہنشاہ نے پوپ کو برطرف کر دیا اور ایسے مواقع بھی آئے جب پوپ نے بادشاہ کو معطل یا عملداری سے خارج کر دیا شہنشاہ ہنری چہارم تین دن پوپ کے محل کے سامنے ننگے برف پر اس وقت کھڑا رہا جب تک پوپ اس کی بے دخلی کے احکام منسوخ نہ کر دے۔

لیکن ایسے زمانے بھی آئے جب شہنشاہ اور پوپ کے درمیان امن و امان کا دور دورہ رہا۔ آج بھی ہم ایسا ہی زمانہ دیکھ رہے ہیں جب سولہویں پوپ بینی ڈکٹ اور موجودہ شہنشاہ جارج بش دوم کے مابین حیرت انگیز ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ پوپ کی اختتام ہفتہ کی تقریر نے (جو دنیا بھر میں اضطراب کا باعث بنی) تہذیبوں کے تصادم کے تناظر میں بش کی "اسلامی فسطائیت" کے

نے کہا کہ وہ آج عیسائیت اور اسلام میں سب سے بڑا جو فرق محسوس کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ عیسائی مذہب عقل و منطق پر مبنی ہے اور اسلام اس سے منحرف ہے۔ مسیحی افعال الٰہیہ میں منطق کی کارفرمائی دیکھتے ہیں، اس کے برعکس مسلمان اس سے انکاری ہیں اور افعال الٰہیہ میں ایسے کسی استدلال کو نہیں مانتے۔

ایک یہودی ملحد ہونے کی حیثیت سے میں اس مناظرے میں الجھنا نہیں چاہتا کہ مجھ ناچیز میں اتنی قابلیت نہیں کہ پوپ کے استدلال کو سمجھ سکوں۔ تاہم اس کا وہ حصہ نظر انداز نہیں کر سکتا جس کا تعلق مجھ جیسے اسرائیلی سے بھی ہے جو تہذیبوں کی جنگ کے خطرناک کنارے پر آباد ہے۔ اسلام میں منطق کے فقدان کا دعویٰ ثابت کرنے کیلئے پوپ کا زور بیان اس پر ہے کہ محمد (ﷺ) نے بحیثیت پیغمبر اپنے پیروکاروں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنا مذہب بزور شمشیر پھیلائیں۔ پوپ کے مطابق یہ بات نامعقول ہے کہ کیونکہ عقیدہ روح سے پھوٹتا ہے نہ کہ جسم سے، پس تلوار روح پر کیسے اور کیونکر اثر انداز ہو سکتی ہے؟

اپنے موقف کی تائید میں پوپ نے سب کو چھوڑ کر ایک ایسے بازنطینی بادشاہ کا حوالہ دیا جس کا تعلق اس کے مخالف مشرقی چرچ سے تھا۔ چودھویں صدی عیسوی کے اواخر میں مینوئیل چا آنی پالیولوگس نامی بادشاہ نے ایک بے نام ایرانی مسلمان عالم سے ہونے والے اپنے مباحثے (جس کا وقوع پذیر ہونا بھی مشکوک ہے) کا ذکر کیا جس میں اس نے اپنے مدمقابل کو وہ الفاظ بغیر کسی سند کے کہے

جب مینوئیل ثانی اس مباحثے کو ضابطہ تحریر میں لایا اس وقت وہ ایک ایسی سلطنت کا حکمران تھا جو اپنے آخری دنوں پر تھی۔ جب وہ 1391ء میں برسر اقتدار آیا تو اس عظیم الشان سلطنت کے صرف چند صوبے اس کے زیر تسلط تھے اور وہ ترک حملہ آوروں کی زد میں تھے۔ اس وقت عثمانی ترک یلغار کرتے ہوئے ڈینیوب کے کنارے تک پہنچ چکے تھے، وہ بلغاریہ اور شمالی یونان تسخیر کر چکے تھے اور انہوں نے مشرقی سلطنت کو بچانے کے لئے بطور کمک بھیجی جانے والی افواج کو دوبارہ شکست سے دوچار کر دیا تھا۔ مینوائل کی موت کے چند سال بعد 29 مئی 1453ء کو قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) ترکوں کے زیر نگین آ گیا جس سے ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ قائم رہنے والی سلطنت روما تاش کے پتوں کی طرح بکھر گئی۔

اپنے عہد حکومت میں مینوئیل نے یورپ کے صدر مقامات کے دورے کئے اور ان کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس نے چرچ کو دوبارہ متحد کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ کوئی شک نہیں کہ زیر نظر مقابلہ بھی ترکوں کے خلاف عیسائی ممالک کو برانگیختہ کرنے اور انہیں ایک نئی صلیبی جنگ شروع کرنے کی یقین دہانی کے سلسلے کی کڑی تھی اس کا مقصد عملی طور پر مذہب کو سیاسی مقصد براری کے لئے استعمال کرنا تھا۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو پوپ کے حالیہ لیکچر کا مقصد موجودہ شہنشاہ جارج بش جونیئر کے انہی سیاسی عزائم کی تکمیل کا سامان فراہم کرتا ہے جو وہ دنیائے

گوشہ سیرت

عیسائیت کو بربادی کے محور کے نام پر مسلمانوں کے خلاف حملہ کرنے کے لئے بروئے کار لانا چاہتے ہے۔ مزید برآں ترک اس مرتبہ پر امن انداز میں ایک بار پھر یورپ کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ یہ بات سب کے علم میں ہے کہ پوپ ان قوتوں کا حامی ہے جو یورپی یونین میں ترکوں کے داخلے کی مزاحمت کرتی ہے۔

کیا میونخ کے استدلال میں صداقت نام کی کوئی چیز ہے؟

پوپ نے بذات خود احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا۔ ایک معروف سنجیدہ عالم دینیات ہونے کی حیثیت سے وہ تحریری عبارت کو جھٹلانے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا وہ اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا کہ قرآن نے عقیدے کی بالجبر نشر و اشاعت سے خاص طور پر منع کیا ہے اس سلسلے میں دوسری سورت کی آیت نمبر 256 کا حوالہ دیا (یہ بات ایک پوپ کے لئے ندامت کی ہے کہ وہ غلطی کر گیا حالانکہ اس کی مراد آیت نمبر 257 تھی) جس میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ دین کے معاملے میں کوئی جبر روا رکھا نہیں۔

اس واضح اور غیر مبہم بیان کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟

پوپ نے سادہ لوحی سے یہ استدلال قائم کیا ہے کہ اشاعت دین میں طاقت استعمال نہ کرنے کا حکم پیغمبر (ﷺ) نے منصب رسالت کے آغاز میں دیا تھا جس وقت وہ کمزور اور ناتواں تھے لیکن بعد ازاں انہوں نے دین کی خدمت کے لئے تلوار کا استعمال جائز قرار دے دیا جبکہ قرآن میں ایسا کوئی حکم موجود نہیں۔ یہ بات درست ہے کہ محمد (ﷺ) نے خلاف عیسائی، یہودی اور دیگر عرب قبائل کے خلاف تلوار اٹھانے کا حکم دیا جب وہ نئی مملکت کی تشکیل کر رہے تھے لیکن فی الواقعہ یہ ایک سیاسی عمل تھا، کوئی مذہبی اقدام نہیں تھا جو بنیادی طور پر علاقہ حاصل کرنے کے لئے تھا نہ کہ دین پھیلانے کی خاطر۔

یسوع مسیح (علیہ السلام) نے کہا "تم انہیں ان کے پھلوں سے شناخت کرو گے" اسلام نے دیگر مذاہب سے کیا سلوک روا رکھا اس کو ایک سادہ پیمانے سے جانچا جا سکتا ہے۔ ایک ہزار سال بعد تک مسلمان حکمرانوں کا طرز عمل کیا رہا جب ان کے پاس طاقت اور اختیار موجود تھا؟ کیا انہوں نے دین پھیلانے کے لئے تلوار کا استعمال کیا؟ اس کا جواب ہے کہ نہیں انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ صدیوں تک لگاتار مسلمانوں نے یونان پر حکمرانی کی۔ کیا یونانی مسلمان بن گئے؟ کیا کسی نے یہ کوشش بھی کی کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں؟ عثمانی دور خلافت میں عیسائی یونانی اعلیٰ ترین انتظامی عہدوں پر فائز رہے۔ بلغاری، سرب، رومانی، ہنگری اور دیگر یورپی اقوام ایک نہ ایک دور میں عثمانی عہد حکومت کے سایہ تلے اپنے عیسائی عقیدے پر قائم رہتے ہوئے زندگی بسر کرتے رہے۔ کسی نے انہیں مسلمان ہونے پر مجبور نہ کیا اور وہ سب کے سب عیسائی تعلیمات پر سختی سے کاربند رہے۔

یہ درست ہے کہ البانوی اور بوسنیائی باشندوں نے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔ لیکن اس تبدیلی مذہب پر کسی نے یہ دلیل نہ دی کہ انہیں جبراً مسلمان ہونے کے لئے مجبور کیا گیا۔ انہوں نے اسلام اس لئے قبول کیا تاکہ وہ حکومت کے منظور نظر بن جائیں اور زیادہ مراعات سے مستفید ہو سکیں۔

1099ء میں صلیبی جنگ بازوں نے یروشلم فتح کیا اور بلاامتیاز مسلمان اور یہودی باشندوں کا قتل عام کر کے یسوع مسیح (علیہ السلام) کے نام پر اپنے ہاتھ خون سے رنگے۔ جبکہ فلسطین پر چار صدیوں سے مسلمانوں کا قبضہ رہا لیکن اس کے باوجود عیسائی وہاں اکثریت میں تھے۔ اس طویل عرصہ کے دوران ان پر اسلام مسلط کرنے کی کوشش نہ کی گئی۔ صرف ملک سے صلیبی جنگ بازوں کے انخلاء کے بعد فلسطینیوں کی اکثریت نے عربی زبان اور دین اسلام اپنی رضا و رغبت سے اختیار کیا اور اہل فلسطین کے وہی آباؤ اجداد ٹھہرے۔

ایسی کوئی شہادت کہیں موجود نہیں کہ یہودیوں پر اسلام مسلط کرنے کی بھی کوئی کاوش ہوئی۔ یہ بات سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلم عہد حکومت میں اسپین کے یہودی ایسی ہی آسودگی اور خوشحالی سے ہمکنار تھے جس سے وہ ہمارے زمانے تک کہیں بہرہ مند نہ ہوئے۔ یہودا ہلوی جیسے اہل ادب نے عربی شاعری میں نام پیدا کیا اور اسی طرح نامور میمونیڈز نے عربی میں اپنے جوہر دکھائے۔

مسلم اسپین میں یہودی اہل علم وزراء، شعراء اور سائنسدان ملتے ہیں۔ وسطی اسپین میں واقع تولیدو شہر میں جو مسلمانوں کا ادبی مرکز رہا، عیسائی، یہودی اور مسلم عالم دانشور باہمی اشتراک سے قدیم یونانی فلسفیوں اور سائنسی علوم کو عربی میں ترجمہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے۔ یہ حقیقت میں ایک زریں دور تھا۔ اگر پیغمبر (علیہ السلام) نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلانے کا حکم دیا ہوتا تو یہ سب کیسے ممکن ہو سکتا تھا؟

اس کے بعد جو کچھ ظہور پذیر ہوا وہ زیادہ واضح ہے۔ جب کیتھولک مسیحیوں نے دوبارہ اسپین فتح کیا تو انہوں نے مذہبی دہشت گردی کا بازار گرم کر دیا۔ یہودیوں اور مسلمانوں کو دھمکا کر مجبور کیا گیا کہ وہ عیسائی بن جائیں، یا وہ قتل کر دیئے جائیں گے یا وہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں اور ان یہودیوں کے پاس جنہوں نے مذہب ترک کرنے سے انکار کر دیا وہ نقل مکانی کر کے مسلمان ملکوں میں چلے گئے جہاں ان کا کھلے بازوؤں استقبال کیا گیا۔ سفاردی (ہسپانوی) یہودی مسلم دنیا میں جا کر آباد ہو گئے۔ مغرب میں مراکش، مشرق میں عراق، شمال میں بلغاریہ (جو اس وقت عثمانی سلطنت کا حصہ تھا) اور جنوب میں سوڈان۔ انہوں نے اپنے وطن بنا لئے اور کسی جگہ بھی ان کو ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بنایا گیا۔ انہیں کہیں بھی Inquistition جیسی تفتیشی عدالتوں کا سامنا نہ کرنا پڑا جہاں ملزموں سے زبردستی ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جاتا تھا۔ آٹو ڈا فے (Auto-da-fa) کے اعلان کی طرح آگ میں ڈالے گئے، نہ پوگرومز (Pogroms) مراد یہ دینے والے مراکز تھے۔ نیز وہ ہر جگہ ہونے والے (جہاں سولہ ملین یہودی انسانیت سوز مظالم کے ہاتھوں ہلاک کر دیے گئے) جیسی زیادتیوں سے محفوظ رہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ اسلام نے صراحت سے اہل کتاب پر ظلم و ستم ڈھانے سے منع کیا ہے۔ اسلامی معاشرے میں یہودیوں اور عیسائیوں کو ایک خاص مقام حاصل ہے انہیں تقریباً مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل ہیں۔ انہیں اپنی حفاظت کے لئے ایک خاص ٹیکس (جزیہ) ادا کرنا پڑتا ہے جس کے صلے میں انہیں عسکری خدمت بجا لانے سے مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے۔ ایسا سودا جو اکثر یہودیوں کے لئے خوش آئند تھا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان حکمرانوں کو یہ بات ناپسند تھی کہ ترغیب و تبلیغ کے ذریعے یہودیوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ کیا جائے کیونکہ اس طرح انہیں جزیہ سے محروم ہونا پڑتا تھا۔ ہر یہودی جسے اپنی قوم کی تاریخ معلوم ہے وہ اسلام کا احسان مند اور گہرے جذبہ تشکر کے اظہار کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسلام نے ان کی پچاس نسلوں کو تحفظ فراہم کیا ہے جبکہ عالم عیسائیت نے یہودیوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور بہت سے مواقع پر انہیں تلوار کے زور پر ترک مذہب کرنے پر مجبور کیا۔ بزور شمشیر دین پھیلانے کی من گھڑت داستان محض ایک شرانگیز افسانہ ہے۔ ایک ایسا معروف فسانہ جس کا تعلق مسلمانوں کے خلاف یورپ کی طرف سے برپا کردہ جنگی معرکوں (جیسے عیسائیوں کا اسپین پر دوبارہ قبضہ) صلیبی جنگوں اور ترکوں کے خلاف محاذ آرائی جن کے بڑھتے ہوئے فاتحانہ قدم ویانا تک پہنچ چکے تھے) سے ہے۔

(بقیہ صفحہ 32)

او آئی سی عالم اسلام کا کمزور ترین اتحاد

محمد احمد قادری

کیا یہ اتحاد تشکیل نو اور نئے چارٹر کی منظوری کے بعد قابل فخر کردار ادا کرسکے گا؟

کسی دانشور نے سچ کہا ہے کہ "کمزور لوگوں کا اتحاد اپنے مسائل میں اضافہ کرتا ہے کمی نہیں" "بزرگ کہتے ہیں" جو اپنی حفاظت نہیں کرسکتا وہ دنیا کے کسی بھی شخص کو تحفظ نہیں دے سکتا" آج دنیا میں ان اقوال کی بہترین عملی مثال عالم اسلام کی سب سے بڑی تنظیم O.I.C کی ہے جو ثابت کرتی ہے کہ 58 اسلامی ممالک کے اس اتحاد نے اپنے رکن ممالک کو پہلے سے کہیں زیادہ کمزور کرکے موت سے اور بھی زیادہ قریب کردیا ہے، حالانکہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جغرافیائی اور معدنی وسائل کے لحاظ سے یہ ممالک دنیا میں ایسی جگہوں پر واقع ہیں جہاں سے ان کی رضامندی کے بغیر نہ ہی کوئی ہوائی جہاز گزر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی بحری جہاز، اگر یہ ممالک اپنے تیل کی دولت کو بطور ہتھیار استعمال کرتے ہوئے آج یورپ اور امریکہ کا بائیکاٹ کردیں تو دنیا کا سارا انظام ہی دم توڑ دے اور یقین کیجئے کہ ایک ماہ سے بھی کم عرصے میں یہ بائیکاٹ پوری دنیا کو جڑوں سے ہلا کر انہیں عالم اسلام کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرسکتا ہے، لیکن افسوس کہ اس جرأتمندانہ اقدام کیلئے اسلامی ممالک کو ایمان اور یقین کی دولت چاہیے، جو کہ غلامانہ ذہنیت کی قیادت کے پاس نہیں ہے

5 جون 1967ء کو امریکہ کی ناجائز اولاد اسرائیل نے مصر، شام اور اردن پر حملہ کرکے غزہ کی پٹی نہر سوئز کے ساتھ صحرائے سینا، مشرقی یروشلم، گولان کی پہاڑیوں اور دریائے اردن کے مغربی کناروں پر قبضہ کرلیا تھا اس وقت اسرائیلی فوج کا سربراہ آرمی چیف جنرل اسحاق رابن تھا جو بعد میں دو مرتبہ اسرائیل کا وزیراعظم بنا، 1969ء کے وسط میں یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو آگ لگانے کی ناپاک جسارت کی، مسلمانوں کے قبلہ اول کی اس بے حرمتی پر پورا عالم اسلام تلملا اٹھا، 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ اور 1969ء کے المناک سانحے کے دوران یورپ اور امریکہ نے کھل کر اپنے لے پالک اسرائیل کی بھرپور حمایت کی اور اسرائیل کو اسلحہ اور جنگی جہاز دینے کے ساتھ ساتھ سفارتی محاذوں پر بھی یہودیوں کی مدد کی گئی، جبکہ دوسری جانب عرب ممالک کو ڈرایا دھمکایا گیا، اس صورتحال نے عرب ممالک کو باہم متحد تو کردیا لیکن یورپ اور امریکہ کے خلاف یہ اتحاد کوئی موثر کردار ادا کرنے سے قاصر رہا، چنانچہ عرب ممالک نے دیگر اسلامی ممالک کے ساتھ مل کر ایک مضبوط اور موثر اتحاد بنانے کا فیصلہ کیا اور اس طرح 22 ستمبر 1969ء کو مراکش کے دارالحکومت رباط میں اسلامی ممالک کے سربراہوں کے اجلاس میں آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس (O.I.C) کی بنیاد رکھی گئی، اس اجلاس میں تنظیم کے پانچ بڑے بنیادی مقاصد بھی متعین کئے گئے جن میں (1) مسلم اُمہ کا اتحاد، (2) اسلام کا دفاع، (3) اقوام متحدہ کے چارٹرڈ پر عمل درآمد، (4) مسلم اُمہ کی آزادی اور دوسری اقوام سے مسلمانوں کا دفاع، (5) دنیا میں امن کا قیام شامل تھے، ابتداء میں O.I.C کے رکن ممالک کی تعداد 30 تھی، آج اس کے مستقل ارکان کی تعداد 58 ہے جن میں

افغانستان، البانیہ، آذربائیجان، الجیریا، بحرین، بنگلہ دیش، بینن، برونائی، برکینا فاسو، کیمرون، چاڈ، کیموروس، ڈجی بوتی، مصر، گیبون، گیمبیا، گنی، گنی بساؤ، گیانا، انڈونیشیا، ایران، عراق، قازقستان، کویت، کرغیز، لبنان، لیبیا، ملائیشیا، مالی، موریطانیہ، مراکو، موزمبیق، نائیجر، نائیجیریا، عمان، پاکستان، فلسطین، قطر، سعودی عرب، سینیگال، سیرالیون، صومالیہ، سوڈان، سری نام، شام، تاجکستان، ٹوگو، تیونس، ترکی، ترکمانستان، یوگنڈا، امارات، ازبکستان، یمن، اور کوٹ ڈی ایوری شامل ہیں، جبکہ 10 ممالک اس کے مبصر ہیں، O.I.C تین قسم کے اجلاس کا انعقاد کرتی ہے۔ (1) مسلم ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس، (2) وزراء خارجہ کی کانفرنس، (3) وزرائے اطلاعات کی کانفرنس۔ اب تک 34 سال میں O.I.C کے گیارہ (11) سربراہی، اٹھائیس (28) وزرائے خارجہ اور سات (7) خصوصی اجلاس منعقد کئے جاچکے ہیں۔

O.I.C کو اپنے ممبر ممالک کی تعداد اور ان کے وسائل کو دیکھتے ہوئے اقوام متحدہ کے بعد دنیا کی سب سے مضبوط ترین تنظیم ہونا چاہیے تھا لیکن اپنے قیام کے 34 برس بعد بھی یہ تنظیم آج تک دنیا سے اپنا وجود تسلیم نہیں کرا سکی، عالمی مسائل سے نبرد آزما ہونا تو ایک طرف یہ تنظیم اسلامی ممالک کی بقا اور سلامتی کا صحیح معنوں میں تحفظ بھی نہیں کرسکی ہے، مسلمانوں کی اسی کمزوری کا فائدہ یہودی اور صیہونی طاقتیں اٹھا رہی ہیں، اس وقت صورتحال یہ ہے کہ اسرائیلی قائدین دنیا بھر میں بابانگ دہل یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ "جب تک فلسطین کا ایک بھی شہری زندہ ہے ہمارا مشن جاری رہے گا" لیکن آج O.I.C میں اتنا دم خم نہیں ہے کہ کہ اسرائیل کی ناک میں نکیل ڈال سکے، فلسطین کو آزادی دلا سکے، بیت المقدس کی حفاظت کرسکے، یا پھر کم از کم امریکہ اور برطانیہ کو ہی مجبور کرسکے کہ وہ غیر جانبدار رہے، 34 سال گزرنے کے بعد بھی مسلمان ممالک کی یہ تنظیم فلسطین، کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، افغانستان، کوسوو وغیرہ میں مسلمانوں پر جاری ظلم وستم پر مہر بہ لب خاموش تماشائی بنی رہی یا پھر قراردادیں اور مطالبات پیش کرنے کے علاوہ کوئی بھی قابل قدر کردار ادا نہیں کرسکی، O.I.C کی اسی کمزور پوزیشن کو محسوس کرتے ہوئے لیبیا کے صدر معمر قذافی نے دمشق میں عرب لیگ کے سربراہی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا "کہ امریکہ کے اتحادی عرب ممالک کا انجام بھی عراق کے سابق صدر صدام حسین جیسا ہوسکتا ہے، انہوں نے کہا کہ غیر ملکی افواج نے ایک عرب ملک پر قبضہ کیا اور اس کے صدر کو

پھانسی دے دی جبکہ عرب رہنما دیکھتے رہے، انہوں نے شرکاء اجلاس سے سوال کیا کہ غیر ملکی افواج نے عالم اسلام کے ایک ملک کے ایک جنگی قیدی اور عرب لیگ کے رکن ملک کے صدر کو کیسے پھانسی دی، انہوں نے کہا کہ عالم اسلام اور بالخصوص عرب ممالک کے اتحاد میں کمی ہے اور عرب رہنما ایکدوسرے کی بے عزتی اور ایکدوسرے کے

لیبیا کے صدر معمر قذافی نے دمشق میں عرب لیگ کے سربراہی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''کہ امریکہ کے اتحادی عرب ممالک کے رہنماؤں کا انجام بھی عراق کے سابق صدر صدام حسین جیسا ہو سکتا ہے، انہوں نے کہا کہ غیر ملکی افواج نے ایک عرب ملک پر قبضہ کیا اور اُس کے صدر کو پھانسی دے دی جبکہ عرب رہنما دیکھتے رہے۔

خلاف سازشوں میں مصروف ہیں، اگرچہ ان کا خون، زبان اور مذہب ایک ہے" لیبیا کے صدر معمر قذافی کی تقریر عالم اسلام اور خصوصاً عرب ممالک کی کمزوریوں اور انہیں مستقبل میں درپیش خطرات کی واضح نشاندہی کرتے ہوئے جگانے اور باہم متحد ہو کر عالم کفر کے خلاف بھرپور کردار ادا کرنے کی ایک سعی ہے جس کا کچھ کچھ مظاہرہ 13 اور 14 مارچ 2008ء کو سینیگال کے دارالحکومت ڈاکار میں اسلامی کانفرنس تنظیم کے گیارویں سربراہی اجلاس میں دیکھنے کو ملا، جسمیں O.I.C کے کردار کو فعال اور متحرک بنانے کیلئے تنظیم کی تشکیل نو اور نئے چارٹر کے ساتھ کئی قراردادوں کی بھی منظوری دی گئی۔

ڈاکار میں اسلامی برادری کی نمائندہ سب سے بڑی تنظیم کے سربراہ اجلاس میں جن معاملات کو زیر غور لایا گیا وہ آج کے دور میں مسلم اُمہ کے بہت سے مسائل کا احاطہ کرتے ہیں، لیکن یہاں یہ بات قابل توجہ رہے کہ اگر ان مسائل کے حل کیلئے O.I.C نے کوئی قابل قدر لائحہ عمل مرتب کر لیا تو ممکن ہے کہ مسلمان ممالک ترقی و وقار کے ایک نئے دور میں داخل ہو جائیں، آج اگر ہم دنیا کے عالمی حالات پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسلامی برادری ہی ہے جو اس وقت سب سے زیادہ مشکلات میں گھری ہوئی ہے، دنیا کے دو تہائی قدرتی وسائل خاص طور پر تیل اور پیٹرول کا مالک ہونے کے باوجود مسلم ممالک مالی لحاظ سے اس قدر مضبوط نہیں جتنا مغربی دنیا نے خود کو مستحکم کر لیا ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مسلم اُمہ اس وقت باہمی اختلافات کی وجہ سے انتشار کا شکار ہے، آج اگر ان اختلافات کو ختم کر لیا جائے تو پوری اسلامی دنیا کیلئے ترقی کے راستے کھل سکتے ہیں، O.I.C کے قیام کا بنیادی مقصد بھی یہی تھا کہ عالمی برادری میں اُمت مسلمہ کے وقار کی بلندی کے ساتھ مسلم ممالک کے باہمی تنازعات کو خوش اسلوبی سے طے کرایا جائے، لیکن بدقسمتی سے تین عشروں سے زائد وقت

اسلامی دنیا کے قدرتی وسائل کا پیاسا گروہ ایک ایک کر کے مسلم ممالک کو اپنے عزائم کا نشانہ بنا رہا ہے، یہ وقت بے غرض بن کر تماشہ دیکھنے کا نہیں ہے، بلکہ ان حالات کا تقاضہ ہے کہ اسلامی دنیا نہ صرف اپنے باہمی مسائل اور تنازعات طے کرنے پر توجہ دے بلکہ مغرب کے ساتھ اپنے تعلقات پر بھی نظر ثانی کرے

گزرنے کے باوجود بھی اس پلیٹ فارم سے اُمت مسلمہ کی بہتری اور ترقی کیلئے خاطر خواہ اقدامات نہیں کئے جاسکے، جس کی وجہ سے اُمت آج پہلے کی نسبت زیادہ مسائل میں گھری نظر آتی ہے، ایک طرف مسلم ممالک پر دہشت گردی کے الزامات عائد کئے جارہے ہیں تو دوسری طرف انہیں معاشی لحاظ سے پیچھے کی جانب تیزی سے دھکیلا جارہا ہے، اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ پوری غیر اسلامی دنیا مسلم ممالک کے خلاف اکٹھی ہو چکی ہے اور اسلامی دنیا کے قدرتی وسائل کا پیاسا گروہ ایک ایک کر کے مسلم ممالک کو اپنے عزائم کا نشانہ بنا رہا ہے، یہ وقت بے غرض بن کر تماشہ دیکھنے کا نہیں ہے، بلکہ ان حالات کا تقاضہ ہے کہ اسلامی دنیا نہ صرف اپنے باہمی مسائل اور تنازعات طے کرنے پر توجہ دے بلکہ مغرب کے ساتھ اپنے تعلقات پر بھی نظر ثانی کرے، آج پہلے سے بھی زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ موجودہ حالات میں تبدیلی لانے اور عالمی برادری میں اپنی ساکھ بحال کرنے کیلئے تنظیم کے بنیادی ڈھانچے میں تبدیلی لا کر نئی روح پھونکی جائے، تیزی سے بدلتا ہوا عالمی منظر نامہ عالم اسلام سے عملی اقدامات کا متقاضی ہے، مغرب کے مقابلے میں اسلامی دنیا کے پیچھے رہ جانے کی سب سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں خاطر خواہ ترقی کا نہ ہونا بھی ہے چنانچہ اپنے لئے نئی منزلوں کا تعین کرتے ہوئے مسلم اُمہ کو اپنے اُس ترک کر دیئے گئے اثاثے کو پھر سے اپنانا ہوگا جو کبھی ہماری میراث رہا تھا۔

ڈاکار اجلاس (میں O.I.C کے نئے چارٹر کی منظوری سے قبل O.I.C کے پرانے چارٹر میں اجلاس کے تمام فیصلوں کا متفقہ ہونا لازمی تھا جس کی وجہ سے اسلامی ممالک (جو کہ خلیج میں سعودی عرب سے لے کر ایشیا میں تھائی لینڈ اور جنوبی امریکہ میں سرینام تک پھیلے ہوئے مختلف الخیال ممبران ممالک) کے بیشتر مسائل پر اتفاق رائے کا حاصل ہونا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا، ماضی میں شاید اسی وجہ سے O.I.C کے تمام اجلاس صرف قرارداد مذمت پاس کرنے تک ہی محدود رہے، جس کی وجہ سے اس تنظیم کے فیصلوں کی اہمیت اور عملی افادیت مفقود ہو کر رہ گئی، نئے چارٹر میں کسی بھی فیصلے کیلئے متفقہ ہونے کے بجائے دو تہائی اکثریت کی شرط کی منظوری سے بڑی حد تک قابل عمل فیصلوں پر اتفاق رائے حاصل ہونے کا قوی امکان ہے جس سے تنظیم کے تحرک اور فعالیت میں بھی تیزی آئے گی، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ سینیگال کانفرنس میں جو فیصلے کئے گئے ہیں ان پر کس حد تک عملدرآمد کیا جاتا ہے اور اُمت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حل کیلئے کس قدر سنجیدہ کوششیں اختیار کی جاتی ہیں۔

قیادت کے اعتبار سے مولانا نورانی کا کوئی متبادل نہیں، مفتی منیب الرحمٰن

صدر پرویز مشرف نظریاتی اعتبار سے پاکستان کے پہلے سیکولر حکمران ہیں

حقوق نسواں بل نے پاکستان کو بے حیائی میں یورپ کے معیار کے برابر کردیا

پروقار کتابی چہرہ، چھریرا بدن، گفتگو میں ٹھہراؤ، ہمہ وقت مصروف، یہ ہیں مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین، سنی رابطہ کونسل کے سربراہ، تنظیم المدارس اہلسنت کے صدر اور دارالعلوم نعیمیہ جیسے عظیم علمی ادارے کے مہتمم مفتی منیب الرحمٰن جنہوں نے الیکٹرونک میڈیا پر ملکی و عالمی سطح پر اہلسنت کی بھرپور نمائندگی کا حق ادا کیا جن کی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا اپنے اور پرائے سب مانتے ہیں۔ موجودہ ضلع مانسہرہ کی ریاست امب تناول کے قصبہ کمل کے ایک علمی و دینی گھرانے میں مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی ولادت 8 فروری 1945ء میں ہوئی صدیوں سے علاقے میں قضاۃ کی ذمہ داری خاندان میں رہی اور خاندان کے اکثر لوگ نام کے ساتھ قاضی لگاتے ہیں اپنے نام کے ساتھ قاضی نہ لگانے کی وجہ بتائی کہ جب میں کراچی آیا تو میں نے دیکھا کہ کراچی میں نکاح خواں حضرات کو قاضی کہا جاتا ہے تو میں نے اس طرہ امتیاز کو ترک کردیا۔ اپنی تعلیم کے بارے میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے ابتدائی عربی و فارسی کی کتب گھر میں والدہ اور والد سے پڑھیں 1961ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول اوگی سے میٹرک امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ دینی کا تعلیم کا باقاعدہ آغاز جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے ہوا جہاں مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ سے کتب پڑھیں کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تعلیم حاصل کی۔ پھر درس نظامی کی تکمیل دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں مفتی سید شجاعت علی قادری کے ہاتھوں ہوئی اور دورہ حدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری سے پڑھا جبکہ کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اور LLB کیا دارالعلوم نعیمیہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ ہمارے ادارہ، تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کے قائم کردہ ادارے "مخزن عربیہ بحر العلوم" کا تسلسل ہے جس کی بنیاد مفتی سید شجاعت علی قادری نے رکھی موجودہ جگہ جو کہ 9000 گز رقبہ پر مشتمل ہے 1974ء میں جمعیت علماء پاکستان کے ممبر صوبائی اسمبلی مرحوم ظہور الحسن بھوپالی کے ذریعہ حاصل کی گئی اور اسکا باقاعدہ افتتاح غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی نے فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں فخر ہے کہ ہمارے ادارے کے شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول سعیدی نے اس ادارے میں ہوتے ہوئے "شرح صحیح مسلم" ۷ جلد اور "تبیان القرآن" ۱۲ جلد کی صورت میں وہ علمی و تحقیقی کام کیا ہے جس کی مثال موجودہ دور میں پیش نہیں کرسکتی اور صحیح بخاری کی شرح "نعمۃ الباری" پر بھی کام جاری ہے اور یقیناً یہ دارالعلوم نعیمیہ کا خصوصی امتیاز ہے جو کہ اللہ نے اسے عطا فرمایا۔



مفتی منیب الرحمٰن افق کے پینل کو انٹرویو دیتے ہوئے۔

انٹرویو کا باقاعدہ آغاز ہوتے ہی ہم نے سوال کیا کہ مفتی صاحب آپ نے "تحفظ مدارس دینیہ مہم" میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ کچھ اس بارے میں بتائیں انہوں نے کہا کہ ... حکومت میں جب مدارس اسلامیہ کے لئے ... تحریک دور آیا اور حکومت نے آرڈیننس پر آرڈیننس جاری کرنے شروع کردیے تو ہم نے اسکی بھرپور مزاحمت کی ... ملک بھر کے مدارس کو منظم کیا اور مدارس اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر جب ملک بھر کے مختلف مسالک کے مدارس کی

☆☆ پینل انٹرویو: السید عقیل انجم، قاضی احمد نورانی ☆☆

تنظیموں کے مشترکہ پلیٹ فارم اور اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان وجود میں آیا اس کے پلیٹ فارم سے ہم نے حکمرانوں کے سامنے ڈٹ کر مدارس دینیہ کی ترجمانی کی اور ان کے مفادات کا تحفظ کیا۔ اس دوران امریکہ، برطانیہ، ایران اور دیگر ممالک کے دورے کئے، غیر ملکی ڈپلومیٹس کے ساتھ اجلاس کئے اور مدارس کے بارے میں ان کے تصورات کی اصلاح کی۔

ایک سوال کے جواب میں مفتی صاحب نے کہا کہ جب حدود آرڈیننس کا معاملہ اٹھایا گیا تو قرآن وحدیث کے مطابق علماء کے موقف کی بھرپور ترجمانی کی اس وقت کے حکمراں جماعت (ق) لیگ نے مختلف مکاتب فکر کے علماء کو بلایا کراچی سے خاص طور پر مفتی محمد تقی عثمانی اور مجھے بلایا گیا اور کہا کہ آپ اس آرڈیننس کو قرآن وسنت کے خلاف ثابت کردیں تو حکومت اس کو تبدیل کردے گی ہم نے ترمیمات پیش کیں چوہدری شجاعت اور دیگر ارباب اختیار نے وعدہ کیا کہ وہ ان ترمیمات کو منظور کریں گے لیکن صدر پرویز مشرف کو لادینیت پھیلانے کیلئے پاکستان پیپلز پارٹی اور متحدہ قومی موومنٹ کا تعاون حاصل تھا اس لئے "تحفظ حقوق نسواں بل" منظور ہوگیا یوں سمجھئے کہ قانونی اعتبار سے بے حیائی اور مرد وزن کے تعلقات کے حوالے سے ہمارا ملک یورپ کے معیار پر آگیا۔

2005ء کے آخر میں بعض یورپی ممالک میں کی گئی توہین ناموس رسالت کے خلاف 2006ء کے شروع میں جب پاکستان میں مظاہروں اور احتجاج کا آغاز ہوا تو اہلسنت والجماعت کے پلیٹ فارم سے کراچی کی تمام سنی

تنظیموں کو یکجا کیا اور **16** فروری **2006**ء ملک کی تاریخ کی فقید المثال "تحفظ ناموس رسالت ریلی" کراچی میں منعقد ہوئی اس ریلی کو ملکی اور غیر ملکی میڈیا نے "تحریک تحفظ ناموس رسالت" کا نکتہ عروج قرار دیا اس سلسلے میں تمام اکابرین، علماء، مشائخ اور اہلسنت کے تمام طبقات نے مثالی تعاون کیا اور مجھ پر

صدر پرویز مشرف کو لادینیت پھیلانے کیلئے پاکستان پیپلز پارٹی اور متحدہ قومی موومنٹ کا تعاون حاصل تھا اس لئے "تحفظ حقوق نسواں بل" منظور ہو گیا۔

اعتماد کیا جس پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔ اس موقع پر ہم نے اہلسنت کے اتحاد کو عملی طور پر ثابت کیا۔

سوال ﴿ مفتی صاحب سانحہ نشتر پارک کے بعد آپ کا ایک واضح کردار سامنے آیا اس بارے میں کچھ تفصیل بتائیں؟

جواب ☆ سانحہ نشتر پارک **11** اپریل **2006**ء کو جشن عید میلاد النبی ﷺ کے مرکزی پروگرام کے موقعہ پر کراچی میں پیش آیا سانحے میں اہلسنت کی قیمتی جانوں کا نقصان ہوا بعض تنظیموں کی مرکزی قیادت نشانہ بنی اور جید علماء و قائدین شہید ہوئے اس سانحہ عظیم کے بعد اہلسنت کی مختلف تنظیموں کو یکجا کر کے جدوجہد کرنا ایک مشکل مرحلہ تھا۔ لوگوں نے بڑے حوصلے سے کام لیا باہمی مشاورت سے سنی رہبر کونسل تشکیل دی گئی اور تمام حضرات نے اس ناچیز پر ایک بار پھر اعتماد کیا۔ گو کہ یہ ایک نہایت مشکل کام تھا عوام کے جذبات اپنے عروج پر تھے کوئی معمولی سی غلطی بھی کراچی کو آتش فشاں بنا سکتی تھی سانحہ کے بعد صدر مملکت سے **17** رکنی وفد کے ہمراہ ہم نے ملاقات کی اہلسنت کے موقف کو بڑے واضح طور پر پیش کیا اور پھر اس سانحہ کے مابعد اثرات اور تحقیقات کے سلسلے میں ایک ادنٰی درجے کے افسر سے لیکر ملک کی اعلیٰ قیادت تمام سیاسی و مذہبی زعماء، اعلامیہ اور خفیہ تحقیقاتی اداروں کے سرکردہ افراد، ملک میں موجود اور ملک سے باہر مقیم سیاسی قائدین سمیت مختلف شخصیات سے مسلسل رابطہ بھی رکھا عوام کے جذبات کی ترجمانی بھی کی اور ہر سطح پر بھرپور احتجاج بھی کیا۔ مظاہروں اور احتجاجی جلسوں کے علاوہ **27** مئی **2006**ء کو کراچی میں مکمل پہیہ جام ہڑتال کی الغرض اس نازک وقت میں اہلسنت کو یکجا کیا اور بھرپور احتجاج کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے موقعوں پر صفوں میں داخل ہو جانے والے شرپسندوں پر بھی نگاہ رکھی۔

سوال ﴿ سنی رہبر کونسل کی ناکامی کی وجوہات کیا ہیں؟

جواب ☆ سنی رہبر کونسل کوئی باقاعدہ اتحاد یا جماعت نہ تھی بلکہ اسے ایک وقتی ضرورت کے تحت قائم کیا گیا تھا اس کو ایک جماعتی شکل دینا مقصود بھی نہ تھا متعدد جماعتوں، جمعیتوں اور تنظیموں کے لوگ وقتی طور پر شامل تھے افسوس کہ ان میں ایک دوسرے کا احترام نہ تھا اور ایک دوسرے کو مکمل طور پر برداشت کرنے کیلئے تیار بھی نہ تھے

سوال ﴿ شہداء جشن عید میلاد النبی ﷺ (سانحہ نشتر پارک) کا لہو کس کے ہاتھ پر ہے؟

جواب میں قطعیت یا ظن غالب کے طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا سنی رہبر کونسل میں شامل تنظیموں کی اس بارے میں مختلف آراء تھیں۔ خود تحقیقاتی اداروں کی رائے بھی الگ الگ تھی ہاں رعایا کہ مال و جان اور عزت و آبرو کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے سانحہ کی ذمہ داری سے اس وقت کی حکومت خود کو ہرگز بری الذمہ قرار نہیں دے سکتی۔

سوال ﴿ آپ نے بیرون ممالک کہاں کہاں سفر کئے اور کن ملکی اور غیر ملکی تعلیمی اداروں سے وابستہ رہے؟

جواب ☆ ڈائریکٹر آف اسلامک اسٹڈیز کے طور پر ہانگ کانگ گیا لیکن **3** سال کے بجائے **3** ماہ میں واپس

ہمارے ہاں اس نعت کو جو عقیدت ہے ہمارے ایمان کا اظہار ہے عجب طریقے سے رواج دیا گیا ایک آرٹسٹ طبقہ وجود میں آ گیا اور جس نے نعت خوانی کو مکمل پیشہ بنا لیا۔ اس طبقہ نے عقیدت وتقدس کے بجائے نعت خوانی کے نام پر ادا طرز، لباس کی نمائش، نقالی کی آمیزش کو فروغ دیا۔

آ گیا۔ افغانستان کا دورہ کیا۔ سعودی عرب گیا، امریکہ کی مختلف ریاستوں میں جانا رہا۔ عراق، سنگاپور، انڈونیشیا، چین، قازقستان، کینیڈا، برطانیہ، ایران اور دیگر ممالک کا بھی سفر کیا کراچی یونیورسٹی کے سلیکشن بورڈ میں شریک رہا۔ کراچی یونیورسٹی اور وفاقی اردو یونیورسٹی کی اسلامک فیکلٹی کے بورڈ آف اسٹڈیز میں شامل ہوں این ای ڈی یونیورسٹی میں بھی کلاسیں لیں اس کے علاوہ بے شمار ملکی اور غیر ملکی اعلیٰ تعلیمی اداروں میں بے شمار لیکچرز دیئے اور مختلف عنوانات پر خطابات کئے ناروے میں بین المذاہب ڈائیلاگ میں شریک ہوا **2002**ء میں امریکہ میں **Inter fith** ڈائیلاگ میں شریک ہوا۔

سوال ﴿ کیا آپ نے تحریر کی طرف بھی توجہ دی؟

جواب ☆ اصل میں مسلسل مصروفیات کی وجہ سے مجھے

رعایا کہ مال و جان اور عزت و آبرو کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے سانحہ کی ذمہ داری سے اس وقت کی حکومت خود کو ہرگز بری الذمہ قرار نہیں دے سکتی۔

باقاعدہ لکھنے کا وقت نہیں ملتا لیکن پھر بھی کالج کی ملازمت کے دوران انٹرمیڈیٹ اور بی اے کے طلبہ کیلئے اسلامیات کی نصابی کتب لکھیں۔ ایل ایل بی کے طلبہ کیلئے "اصول فقہ اسلام" اور "قانون شریعت" لکھی روزنامہ "ایکسپریس" میں تفہیم المسائل کے عنوان سے ایک کالم شروع کیا۔ اور اب یہ سلسلہ کتابی شکل میں "تفہیم المسائل" کے نام سے شائع ہو رہا ہے اور اب تک اس کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

سوال ﴿ اہلسنت کی زبوں حالی کی آپ کیا وجوہات کہتے ہیں؟

جواب ☆ جنوبی ایشیاء میں مسلکی اختلافات کا سلسلہ انگریز کی آمد پر شروع ہوا اس کی اولین بنیاد ناموس الوہیت اور ناموس رسالت تھی۔ مقام رسالت اور مقام ولایت پر مباحث چھیڑے گئے۔ ان تمام معاملات میں اہلسنت کا پلڑا بھاری رہا۔ اہلسنت تحریر و تقریر دونوں میں نمایاں طور پر غالب رہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جن عبارات پر گرفت کی گئی آج ان عبارات کے لکھنے والوں کے پیروکار خود اپنے ان اکابرین کو تو مانتے ہیں لیکن ان عبارتوں کا اظہار نہیں کرتے نہ ہی ان عبارتوں کا دفاع کرتے ہیں۔ بعد میں اغیار نے اہلسنت کے شعائر پر حملے کر کے انہیں بدعت قرار دیا جس میں میلاد النبی، سوئم، چہلم، صلوٰۃ وسلام وغیرہ شامل ہیں۔ ان حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے ہمارے علماء، خطباء نے بھرپور کوششیں کیں لیکن ہوا یہ کہ اسٹیج کے واعظین نے ان چیزوں کو اصل دین سمجھ کر ساری توجہ اس طرف مبذول

کراچی۔ ان شعائر کے انعقاد کے ثبوت اور ان کو برقرار رکھنے کیلئے تو بھرپور وسائل خرچ کیے گئے لیکن مساجد اور مدارس کے نظام پر کماحقہ توجہ نہ دی گئی جبکہ اغیار نے مساجد، مدارس اور لٹریچر کو ترجیح اول سمجھ کر اپنا کام کیا پھر رفتہ رفتہ ہمارے ہاں اس نعت کو جو عقیدت ہے ہمارے ایمان کا اظہار ہے عجب طریقے سے رواج دیا گیا ایک آرٹسٹ طبقہ وجود میں آ گیا اور جس نے نعت خوانی کو مکمل پیشہ بنا لیا۔ اس طبقے نے عقیدت و تقدس کے بجائے نعت خوانی کے نام پر ادا و طرز، لباس کی نمائش، نقالی کی آمیزش کو فروغ دیا جس کا مقصد صرف لوگوں کو محظوظ کرنا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ محافل نعت تو رات رات بھر جاری رہیں لیکن فرائض دین کی تلقین موخر ہو گئی زبوں حالی کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ اہلسنت کی سیاسی میدان میں **1970**ء اور اس کے بعد کامیابی کے پیچھے **1950** سے **1960**ء اور **1970** تک کے عشرے کا مسلکی کام تھا عقائد و نظریات سے وابستگی تھی دین سے آگہی شامل تھی بعد میں نظریات میں مفادات کی سیاست کی آمیزش شامل ہو گئی اور **80** کے عشرے سے ایک نیا دور شروع ہوا جس کے نتیجے میں نعرہ باز طبقہ تو بہت بڑھا لیکن نظریاتی کام کمزور ہوتا چلا گیا دوسرے طبقات کی مثال کے طور پر لال مسجد کا واقعہ ہمارے سامنے ہے ان پر آتشیں اسلحہ اور کیمیکل بم استعمال کیے گئے ان کی لاشیں مسخ ہو گئیں لیکن ان لوگوں نے مورچہ نہیں چھوڑا شاید حکومت وہاں دوبارہ مدرسہ بھی بنا دے لیکن ہمارے ہاں مدرسہ تجوید القرآن کارساز کراچی کے مسئلے پر احباب شارع فیصل بھی بلاک نہ کر سکے اور بالآخر مدرسے سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ پوش علاقوں سے ریاست کے اہم اداروں سے ہمیں نکال دیا گیا لیکن ہم اپنا مقام بحال کرانے کیلئے کوئی حکمت عملی بھی وضع نہ کر سکے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اہلسنت کے دوبارہ عروج کیلئے ایک بہت بڑی تجدیدی تحریک کی ضرورت ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض اوقات ہر فن کے مجدد الگ الگ ہوتے ہیں بعض اوقات ایک جماعت بھی تجدیدی کارنامہ انجام دیتی ہے (جس کی مثال پارلیمنٹ کا متفقہ طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دینا ہے گو کہ اس میں [illegible] کردار تو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

ہمارے علماء مل کر خطابات اور اجتماعات کے ذریعے تحریک پیدا کریں تو کچھ حالات بہتر ہوں گے ہمیں اعتقادی طور پر تو ناامید نہیں ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے لیکن زمینی اسباب ناپید ہیں۔ جعلی پیر، نام نہاد عاملین، پیشہ ور نعت خواں یہ سب ہمارے کھاتے میں ہیں میں چاہتا ہوں کہ اہلسنت کے نوجوان اٹھیں۔ وہ اپنی قوت کو مجتمع اور منظم کریں۔ کسی ایک کو قائد بنا کر میدان عمل میں نکلیں۔ وہ قائد نسبتاً جواں سال ہو اور ساتھ ہی اصابت فکر کے مالک ہو درد دل رکھتا ہو۔ عزیمت و استقامت کا پیکر ہو توانائی سے بھرپور ہو تو شاید کوئی بڑی تبدیلی آ سکے۔

علامہ نورانی کی ذات میں نورانیت، وجاہت، استقامت، جرأت اور عزیمت جیسی خوبیاں یکجا تھیں اور ان کی علمی و جسمانی قامت بھی اپنی مثال آپ تھی۔ وزادہ بسطة فی العلم والجسم کی عملی تفسیر تھے۔

سوال: آپ کے نزدیک اتحاد اہلسنت کا کیا فارمولا ہے؟

جواب: اب تک اتحاد اہلسنت کیلئے جو کوششیں ہوئی ہیں وہ تمام قیادتوں کو یکجا کرنے کیلئے ہوئی ہیں ان کے درمیان عہدوں کی تقسیم کرنا مشکل ہوتا ہے اگر ان کے انفرادی تشخص کو باقی رکھتے ہوئے یکجا کیا جائے تب بھی ان کے چہرے ایک جگہ اور دل الگ الگ ہوتے ہیں جب تک سب کے سب اخلاص و استقامت کے ساتھ ایک جگہ جمع نہیں ہوتے تو اتحاد کے نام پر ایک نئے گروپ کا اضافہ تو ہوگا لیکن اتحاد اہلسنت کی باقاعدہ کوئی شکل سامنے نہیں آئے گی۔

جعلی پیر، نام نہاد عاملین، پیشہ ور نعت خواں یہ سب ہمارے کھاتے میں ہیں میں چاہتا ہوں اہلسنت کے نوجوان اٹھیں۔ وہ اپنی قوت کو مجتمع اور منظم کریں۔ کسی ایک کو قائد بنا کر میدان عمل میں نکلیں۔ وہ قائد نسبتاً جواں سال ہو اور ساتھ ہی اصابت فکر کے مالک ہو درد دل رکھتا ہو۔ عزیمت و استقامت کا پیکر ہو توانائی سے بھرپور ہو تو شاید کوئی بڑی تبدیلی آ سکے۔

سوال: آپ نے پروفیسر محمد طاہر القادری، علامہ شاہ احمد نورانی اور دیگر اکابر علماء کو بہت قریب سے دیکھا ہے ان میں کون سی شخصیت آپ کو پرکشش اور مخلص لگی؟

جواب: قیادت کے اعتبار سے بلاشبہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی متبادل نہیں ان کی ذات میں نورانیت، وجاہت، استقامت، جرأت اور عزیمت جیسی خوبیاں یکجا تھیں اور ان کی علمی و جسمانی قامت بھی اپنی مثال آپ تھی، وہ **وزادہ بسط فی العلم والجسم** کی عملی تفسیر تھے لیکن افسوس کہ ان کو اچھے رفقاء نہ مل سکے یا ان کے ہوتے ہوئے قوم ان کے مقام و مرتبہ کو نہ پہچان سکی

نہ جانے کیا وجہ ہوئی کہ یہ شیرازہ منتشر ہو گیا اللہ ہی بہتر جانتا ہے تاہم انہوں نے جو وقت گزارا اور ان کا سفر آخر بھی مثالی رہا۔ سب نے ان کی عظمت کی شہادت دی جبکہ پروفیسر طاہر القادری نوجوان تھے اللہ نے ان کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق خطابت کا اچھا ملکہ دیا علماء نے ان کی حوصلہ افزائی بھی کی ان کو شادمان ٹاؤن لاہور والی مسجد علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کر کے دی تھی جہاں سے ان کے درس قرآن کا آغاز ہوا لیکن اکابر علماء اہلسنت کو ان پر اعتراضات تھے ان کے ساتھ بعض دیگر مسائل بھی پیدا ہوئے پہلے وہ سیاست سے دور رہنے کا تاثر دیتے رہے پھر سیاست میں آئے اور پھر یکدم اسے ترک کر دیا حالانکہ ان کے پاس کافی وسائل تھے۔ جتنے جلد اور موثر وسائل ان کو میسر آئے شاید ہی کسی کو مل سکے ہوں لیکن ان وسائل کا وہ اثر نہ ہوا جو ہونا چاہیے تھا لوگ ان کے انداز خطابت کو پسند کرتے ہیں اور اب تو وہ مستقل **QTV** پر آ رہے ہیں مسئلہ یہ ہے کہ فضائل کی تقریروں کو پذیرائی تو بہت ملتی ہے لیکن اس سے نظریاتی لوگ تیار نہیں ہوتے ان میں ملکہ تھا، اہلیت تھی جدید دور کے مطابق قابلیت تھی اگر وہ اس کلچر کو بدلنے کی کوشش کرتے اور نظریاتی لوگ پیدا کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ بڑے لوگ صاحبان عزیمت ہوتے ہیں پھر وہ جس مشن کے لئے کھڑے ہوتے ہیں استقامت کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں کسی بھی شخص کو اپنا انداز اختیار کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ میں ان پر اعتراض نہیں کر رہا بلکہ اپنی خواہش اور امید کا اظہار کر رہا ہوں۔

سوال: غلبہ اسلام کیلئے علماء میں بیداری ضروری ہے اور علماء میں بیداری کے لئے مدارس کے اساتذہ کا تحریکی و نظریاتی ہونا کتنا ضروری ہے اور اس کے لئے کیا کیا

ہماری مذہبی جماعتیں اس قدر سیاست زدہ ہو گئی ہیں کہ ان کی پہلی ترجیح سیاست ہے اور مذہب ان کے نزدیک ثانوی معاملہ بن گیا ہے ٹی وی کیبل اور دیگر ذرائع کے ذریعے پھیلنے والی بے حیائی کے یہ سب برابر ذمہ دار ہیں۔

جائے؟

جواب ہمارے ہاں باقاعدہ نظام تو نہیں لیکن گزشتہ 23 سالوں سے میں نے علماء اور طلباء کے خصوصی اجتماعات کر کے ان کو طلبہ دین کی کاوشوں کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ مختلف شہروں میں اکثر جب بھی خطاب کرنے کا موقع ملا لوگوں کی توجہ اسی جانب مبذول کرائی نوجوانوں کو منظم ہونے پر راغب کیا بس ضروری ہے کہ اس سارے کام کو جو منتشر ہے منظم کیا جائے۔

سوال ☚ الیکٹرونک میڈیا کے ذریعہ بڑھتی ہوئی بے حیائی وفحاشی کا تدارک کیسے ممکن ہے؟

جواب ☆ جنرل پرویز مشرف پاکستان کے پہلے حکمران ہیں جو نظریاتی اعتبار سے سیکولر ہیں اور اس کا اعلانیہ اظہار بھی کرتے ہیں انہوں نے حقوق نسواں ایکٹ بنا کر ملک کو سیکولر بنانے کی اپنی خواہش کا عملی اظہار بھی کیا انہوں نے پرویزی فکر کے جاوید غامدی اور اس کے ہمنوا لوگوں کو میڈیا کا مشیر گروپ بنا دیا۔ تحفظ میر الحسن رئیس کرائی اس پر اعتراض کرنے والوں کو سراسر غیر اسلامی نظریہ کے جوابات دیے اس طرح کے کام ماضی کے کسی بھی حکمران نے نہیں کیے۔ لیکن ہماری مذہبی جماعتیں اس قدر سیاست زدہ ہوگئی ہیں کہ ان کی پہلی ترجیح سیاست ہے اور مذہب ان کے نزدیک ثانوی معاملہ بن گیا ہے ٹی وی کیبل اور دیگر ذرائع کے ذریعے پھیلنے والی بے حیائی کے یہ سب برابر ذمہ دار ہیں اگر یہ جماعتیں ان سب خرافات کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئیں تو ایسا ہرگز نہ ہوتا لیکن ان سب جماعتوں نے اپنے فریضے سے غفلت برتی اور ملک میں بے حیائی اور لادینیت کے فروغ پر خاموش رہیں۔

سوال ☚ پاکستان میں موجودہ خراب حالات کے پیچھے قادیانی لابی کا کتنا ہاتھ ہے۔

جواب ☆ قادیانی لابی تو تشکیل پاکستان ہی سے مسائل پیدا کرتی رہی ہے کشمیر کا مسئلہ بھی ان کی وجہ سے پیدا ہوا قادیان کے خاطر مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کو غلط طریقے سے کاٹا گیا، جانے کن وجوہات کے بناء پر ظفر اللہ چوہدری نامی قادیانی کو پاکستان کو پہلا وزیر خارجہ بنا دیا گیا ایوب کے دور حکومت میں ایم ایم احمد نامی قادیانی کو پلاننگ کمیشن کا چیئرمین بنایا گیا اور ان لوگوں نے مختلف ادوار میں منظم سازش کیں۔ جب سے قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے



مفتی منیب الرحمٰن ماہنامہ افق کراچی کا مطالعہ کر رہے ہیں

پاکستان ان کی ہٹ لسٹ پر ہے یہ عناصر تو پاکستان کے وجود کو ماننے کیلئے ہی تیار نہیں ہیں اس لئے تخریب کاری اور دیگر خرابیوں کے پیچھے قادیانی کارستانیاں بعید از قیاس نہیں۔

سوال ☚ تنظیم المدارس کی موجودہ صورتحال کیا ہے۔ اور آپ نے تنظیم کی اسناد کو ملک کی اعلیٰ یونیورسٹیز کے مساوی قرار دینے کے سلسلے میں کیا قدم اٹھایا ہے؟

جواب ☆ جب تنظیم المدارس اہلسنت کی صدارت میں نے سنبھالی تو ملک بھر میں صرف 1600 مدارس رجسٹرڈ تھے اب تنظیم کے رجسٹرڈ مدارس کی تعداد 5500 کے لگ بھگ ہے اس سے پہلے اکثر مقامات پر وفاق المدارس کا تذکرہ تو ہوتا تھا لیکن تنظیم المدارس کا نام نہیں آتا تھا تنظیم نے 18 اگست 2005ء میں اسلام کے جناح کنونشن سینٹر میں ایک عظیم الشان کنونشن منعقد کیا جس کے ذریعہ تنظیم المدارس کا نام بلند ہوا اور عالمی سطح پر یہ تنظیم متعارف ہوئی اتحاد تنظیمات مدارس عربیہ میں بھی ہم نے بھرپور نمائندگی کی میڈیا کے تمام شعبوں میں بھی خود کو منوایا حکومتی حلقوں میں بھی اپنا اثر و رسوخ اب الحمدللہ تنظیم المدارس اہلسنت کا نام ہر سطح پر جانا جاتا ہے رہا تنظیم کی سند کا یونیورسٹیز سے ایم اے کے مساوی ہونے کا معاملہ تو یونیورسٹی عالیہ کے بعد ایک سال میں عالیہ کو قبول نہیں کرتی اس سلسلے میں کوششیں جاری ہیں انشاء اللہ ہم یہ مسئلہ بھی جلد حل کر لیں گے۔

سوال ☚ اہلسنت اگر ایک بڑی اجتماعی شکل میں یکجا ہو کر آپ اعتماد کریں تو کیا آپ اپنے اندر قوم کی قیادت کی ہمت پاتے ہیں؟

جواب ☆ جہاں تک کلمہ حق کہنے کا تعلق ہے تو میرے مخالفین بھی حیران ہے کہ میں کسی مصلحت کو سامنے نہیں رکھتا اور حق بات کہہ دیتا ہوں۔ لیکن ہمارے ساتھ المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں کوئی سیاسی جماعت ایک باقاعدہ سیاسی جماعت کی طرح منظم اور باوسائل نہیں ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ لاجواب قائد تھے لیکن جماعتی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے وہ کام نہ کر سکے جو ان کی موجودگی میں ہو جانا چاہئے تھا دیگر جماعتوں میں جماعتی وسائل موجود ہیں قیادت تبدیل ہونے پر بھی تنظیم اپنا کام وسائل کی بنیاد پر جاری رکھتی ہے۔ ہم نے اس طرح کا کوئی نظم قائم نہیں کیا۔ جماعت اہلسنت ہو یا مرکزی جماعت اہلسنت سب کا حال یہی ہے۔ لوگوں کی تربیت اور وسائل کا یکجا ہونا ضروری ہے اگر چند افراد پر انحصار کیا جائے تو باوسائل افراد اپنے آپ کو حق و باطل کا معیار سمجھیں گے۔ جماعت صرف اپنے وسائل پر ہی چل سکتی ہے جب تک اجتماعی کاوشیں نہ ہوں گی تب تک آپ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے اس کیلئے لوگوں میں یکجہتی شعور بیدار کرنا ہوگا۔

سوال ☚ اس سلسلے میں پہلا قدم کون اٹھائے گا؟

جواب ☆ آپ کا سوال اچھا ہے آپ ہی پہل کریں ہمت کریں، لیکن پہلے تنظیمی کچھر لائیں پھر قیادت ڈھونڈیں۔

یہود کی اسلام دشمنی اور تازہ ہرزہ سرائی

امان اللہ خان نیازی ایڈووکیٹ

ناروے اور ڈنمارک کے اسلام دشمن یہودیوں کی جانب سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی سیاہی ابھی خشک بھی نہیں ہوئی تھی کہ انہوں نے مسلمانوں پر ایک تازہ وار اس انداز میں کیا کہ ہالینڈ کے بدقماش فلم ساز نے قرآن کریم کی توہین و تنقیص پر مبنی ایک دل آزار فلم بعنوان "فتنہ" تیار کر کے اس کی نمائش کا اعلان کر دیا۔

روزنامہ جنگ کراچی کی خبر ملاحظہ ہو۔۔۔۔!

دی ہیگ (اے ایف پی) ڈنمارک میں متنازع کارٹون کے مصنف کرٹ ویسٹر گارڈ نے کہا ہے کہ ڈنمارک کی انتہائی دائیں بازو کی جماعت کے ممبر آف پارلیمنٹ گیرٹ وائلڈر کی بننے والی فلم کی نمائش ضروری ہونی چاہئے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ گریٹ وائلڈر کو چاہئے کہ وہ متنازع فلم کی نمائش کو جلد از جلد ممکن بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ ڈنمارک میں کوئی ایسا سیاستدان نہیں جو یہ کہہ سکے کہ یہ سیاسی خودکشی ہے اور ڈنمارک کے سیاستدان یہ جانتے ہیں کہ آزادی اظہار رائے کیلئے کوئی پابندی نہیں ہے توہین آمیز کارٹون کے مصنف نے کہا کہ انہیں متنازع کارٹون کی اشاعت پر ہونے والے مظاہرے میں ہلاک ہونے والے افراد کی ہلاکت پر افسوس ہے تاہم وہ اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ اس اثناء ہالینڈ کی حکومت اور سیاستدانوں نے گزشتہ روز گیرٹ وائلڈر سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ متنازع فلم سے ہونے والے حملے کے پیش نظر اس فلم کو معطل کر دیں۔ جبکہ گریٹ وائلڈر نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ ان کی توہین آمیز فلم کی نمائش رواں ماہ ہوگی۔ واضح رہے کہ متنازع فلم اور کارٹون کے بانیوں کے ملنے والی دھمکیوں کے باعث انتہائی سخت سیکورٹی میں رکھا جا رہا ہے۔ (بحوالہ 11 مارچ 2008 روزنامہ جنگ کراچی)

یوں تو یورپ کے مادر پدر آزاد و ملحدین اپنے آپ کو مذہب سے لاتعلق باور کراتے ہیں اور دین و مذہب کو ذاتی اور انفرادی معاملہ شمار کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہاں اب چرچ کا معاشرہ میں کوئی کردار نہیں ہے لیکن نہ معلوم وہ اسلام، مسلمانوں ان کے شعائر اور مقدس شخصیات کے معاملہ میں کیونکر اتنے مذہبی جنونی متعصب اور تنگ نظر ہیں کہ آئے دن ان کی جانب سے اسلامی شعائر اور مسلمانوں کی مقدس شخصیات پر مملوں توہین، تنقید اور اہانت آمیز گستاخیوں کا سلسلہ تیز تر ہوتا جا رہا ہے بلاشبہ یہ ان کی بیمار ذہنیت، درندگی، متعصب سوچ و فکر، ذہنی پسماندگی، اسلام سے مرعوبیت اور مسلمانوں سے بغض و عداوت کا کھلا مظہر ہے۔

کس قدر حیرانگی اور عجب بات ہے کہ دنیا بھر میں اعتدال پسندی، روشن خیالی، رواداری کے فلسفہ کا درس دینے والے صرف اور صرف مسلمانوں ان کی مقدس شخصیات اور شعائر کے بارے میں اپنے وضع کردہ اصول و قوانین کی تمام تر حدود کو پھلانگ کر عمل اور کھلی درندگی پر اتر آئے ہیں۔

گیرٹ وائلڈر کی اس فلم میں جو غلیظ زبان قرآن پاک اور حضور اکرم ﷺ کے خلاف استعمال کی گئی ہے اس کو دائرہ تحریر میں لاتے ہوئے روح کانپ اٹھتی ہے اور اس فلم میں کھل کر یورپ کی اسلام مسلمان دشمنی سامنے آ گئی ہے اس موقع پر دنیا کے ڈیڑھ کروڑ مسلمان اور 57 اسلامی ممالک کے سربراہوں کو خصوصی طور پر سوچنا چاہئے کہ امریکا یورپ اور ان کے گستاخ و بدقماش کارندے

گیرٹ وائلڈر کی اس فلم میں جو غلیظ زبان قرآن پاک اور حضور اکرم ﷺ کے خلاف استعمال کی گئی ہے اس کو دائرہ تحریر میں لاتے ہوئے روح کانپ اٹھتی ہے۔

یوں تو یورپ کے مادر پدر آزاد و ملحدین اپنے آپ کو دین و مذہب سے لاتعلق باور کراتے ہیں اور دین و مذہب کو ذاتی اور انفرادی معاملہ شمار کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہاں اب چرچ کا معاشرہ میں کوئی کردار نہیں ہے۔

اپنے غلط موقف پر جمع اور متفق ہو سکتے ہیں تو مسلمان بھی اپنے پاک پیغمبر اور مقدس قرآن کی عزت و ناموس کی حفاظت و حیانت پر نہ صرف جمع ہو سکتے ہیں بلکہ اس طرح کی ہر گھناؤنی سازش گستاخی اور اہانت کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوں گے۔

اگر خدانخواستہ ہمارے نام نہاد حکمران، بے بصیرت ارباب اقتدار اور باعث ننگ و عار لیڈران قوم بے حسی کا شکار ہیں تو ہوا کریں مگر بحمد اللہ باغیرت مسلمان زندہ ہیں۔ وہ اپنے نبی و رسول کی عزت و ناموس اور کتاب اللہ کے تقدس کی حفاظت کرنے میں کسی مرحلہ پر پیچھے نہیں ہٹیں گے لہٰذا بحیثیت مسلمان قوم ہمارا فرض بنتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو سکے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے ان مقدس شعائر کی حفاظت اور صیانت میں کسی کی کوتاہی کو برداشت نہ کریں۔ اس کے لئے پرامن مظاہرے، جلسے، جلوس، اخباری بیانات اور پریس کانفرنسوں سے ان ممالک کا مکمل بائیکاٹ ان کی مصنوعات سے پرہیز ان کے سفارتخانوں کے سامنے مظاہروں، او آئی سی، اقوام متحدہ اور دوسری ملکی و بین الاقوامی تنظیموں کے ذریعہ ان ممالک تک اپنی آواز پہنچانے اور آواز کو موثر بنانے کیلئے تمام جائز ذرائع کو استعمال کر کے غلام رسول ﷺ اور دین و مذہب اور قرآن و سنت سے دلی وابستگی کا ثبوت دیں تاکہ کل قیامت کے روز ہمیں شافع محشر حضور محمد ﷺ کے سامنے خفت و شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

طنز و مزاح

گستاخی معاف.........عاجز کے قلم سے

فضل الرحمن سے خیر کی توقع دن کو رات اور رات کو دن کہنے کے مترادف ہے

کل جماعتی حریت کانفرنس کے رہنما ممتاز کشمیری حریت پسند رہنما جناب سید علی گیلانی نے حکومت پاکستان کو مشورہ دیا ہے کہ فضل الرحمن کو کشمیر کمیٹی کا چیئرمین نہ بنایا جائے سید صاحب کا انتہائی قیمتی مشورہ ہے جس پر عمل کرنا حکومت پاکستان کا فرض منصبی بنتا ہے مولانا فضل الرحمن اور سید علی گیلانی کے مذہبی نظریات ملتے جلتے ہیں مگر سید علی گیلانی نے اپنے ہم عقیدہ شخص پر بھروسہ کرنے سے انکار کر دیا شاید سید صاحب مسلکی محبت سے ملی محبت کو ترجیح دے رہے ہیں فضل الرحمن نائلون کا وہ موزہ ہیں جو ہر پاؤں میں فٹ آجاتے ہیں۔ اقتدار میں شامل ہونے کیلئے ہمہ وقت کشتیاں جلا کر تیار رہتے ہیں فضل الرحمن ایسے متحدہ قسم کے گرو ہیں کہ اپنے آقاؤں کے اشارے پر اس وقت بھی متحدہ ہندوستان کے حامی ہیں گروہ سے یاد آیا فضل الرحمن کے اکابرین نے جشن صد سالہ دیوبند میں خدا کے بجائے اندرا گاندھی کو اپنا گرو بنا لیا تھا اور ساڑھی میں ملبوس اندرا گاندھی کو اسٹیج پر بٹھایا تھا تمام شیخ الہند، حکیم الامت، شیخ الحدیث، شیخ القرآن نیچے بیٹھے ہوئے تھے کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ

آفتوں مصیبتوں کی آندھی چلی
مشرک کا فرو اندرا گاندھی چلی

چند سال قبل پہلے پشاور میں منعقدہ دیوبند کانفرنس میں مولوی اسعد مدنی کی ایماء پر فضل الرحمن نے تمام مقررین کو کہا تھا کہ تقاریر میں کشمیر کا تذکرہ نہیں کرنا اکابرین دیوبند کشمیر کے جہاد کو فساد اور زمین کے ٹکڑے کے حصول کی جنگ سے تعبیر کرتے ہیں اور ہندو بنیا کو ناراض نہیں کرنا چاہتے دوست اور دشمن فضل الرحمن کے ہر اقرار کو چال سمجھتے ہیں ان سے محبت کرنے والے بھی ان پر اعتبار کرنے کا خطرہ مول لینے کی جرات نہیں کر سکتے فضل الرحمن نے تعمیری سیاست کے بجائے تخریبی سیاست میں ممتاز مقام حاصل کیا ہے۔ فضل الرحمن، رحمان کے فضل سے زیادہ اقتدار اعلیٰ ایوانوں کے فضل پر پختہ یقین رکھتے ہیں ایک ایسے شخص کو کشمیر کمیٹی کا چیئرمین بنانا جو آج بھی متحدہ ہندوستان کو بسروچشم قبول کرتا ہو کشمیر کے جہاد کو فساد سے تعبیر کرتا ہو اور پھر بھی اس سے خیر کی توقع رکھنا ایسا ہی ہے جیسے دن کو رات اور رات کو دن کہنا۔

چوہدری احمد مختار عوامی غیض وغضب سے بچیں

چوہدری احمد مختار دوستیاں اور دشمنیاں خوب نبھا رہے ہیں ایک طرف مخدوم امین فہیم کی دشمنی نبھا رہے ہیں تو دوسری طرف مشرف کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں کرسی ان کی کمزوری ہے شاید اس لئے انہوں نے خود ہی کہہ دیا تھا کہ میں بھی وزارت عظمیٰ کا امیدوار ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی بھی اختیار نہیں وہ زرداری صاحب کی ہی ایماء پر مشرف کو قومی اثاثہ قرار دے رہے ہیں ورنہ ان کی کیا مجال کہ اتنے اہم ترین ایشو پر لب کشائی کریں احمد مختار ذوالفقار علی بھٹو کے نظریہ سیاست کی پیداوار ہیں ان کی یاد دہانی کے لئے عرض ہے کہ بھٹو مرحوم کو جنرل مشرف نے اپنی کتاب ''سب سے پہلے پاکستان'' میں انتہائی برے القابات سے نوازا ہے ایک طرف بھٹو کو آمر مطلق کا لقب دیا ہے تو دوسری طرف بے نظیر بھٹو کو کرپشن کی جڑ قرار دیا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ احمد مختار مشرف کو قومی اثاثہ قرار دینے پر کیوں تلے ہوئے ہیں اگر احمد مختار یہ نعرہ انتخابات کے دوران بلند کرتے تو ان کو اپنی اہمیت کا پتہ چل جاتا وہ انتخابات کے دوران اپنے ووٹروں سے گو مشرف گو کے نعرے لگواتے رہے یہ اسی نعرے کا فیضان ہے کہ وہ چوہدری شجاعت کو شکست دے کر ایوان میں تشریف فرما ہیں اور وزارت کی بہاریں لوٹ رہے ہیں زرداری صاحب کو چاہئے کہ وہ احمد مختار کو راشد قریشی کی جگہ نامزد کر دیں تاکہ احمد مختار بہتر انداز میں قومی اثاثہ کی خدوخال بیان کر سکیں یاد ش بخیر یہ احمد مختار ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے مخدوم امین فہیم کی مخالفت میں بیان دیا تھا کہ امین فہیم کے اندرون خانے اسٹیبلشمنٹ سے گہرے روابط ہیں اسی بنیاد پر مخدوم صاحب سے خدمات نہ لی گئی چلیں مانا امین فہیم کے اسٹیبلشمنٹ سے روابط تھے مگر انہوں نے تو کبھی مشرف کو قومی اثاثہ قرار نہیں دیا لیکن احمد مختار تو ان سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے لیکن ان کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی گئی لگتا ہے کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے احمد مختار جٹ قبیلے کے چشم و چراغ ہیں پاکستان کی سیاست اور جٹ قبیلے کی سیاست لازم و ملزوم رہی چوہدری محمد حسین چٹھہ مرحوم اور چوہدری ظہور الٰہی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اس وقت پاکستان کی سیاست 4 جٹوں کے متضاد خیالات کے گرد گھوم رہی ہے دو جٹ مشرف کی حمایت میں ابھی تک برسرپیکار ہیں ایک جٹ مشرف کو قومی اثاثہ قرار دے رہے ہیں اور ایک جٹ کے کھڑاک سے ایوان صدر کے در و دیوار لرزہ براندام ہیں احمد مختار اپنے عزم کے اتنے پکے اور اصولوں کے اتنے کچے ہیں کہ دو مرتبہ چوہدری شجاعت سے شکست کھانے کے بعد بھی آمریت کو دوام بخشنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں احمد مختار اپنی ان سیاسی قلابازیوں کی وجہ سے ووٹروں کو ماسوائے مایوسی کے کچھ نہیں دے سکیں گے احمد مختار کو چاہئے کہ وہ پاکستانی قوم کے جذبات احساسات کا احترام کرتے ہوئے اس شخص کو قومی اثاثہ قرار نہ دیں جسے تمام تر ہتھکنڈوں کے باوجود پاکستانی قوم نے 18 فروری کو مسترد کر دیا ہے۔ اگر احمد مختار کا یہی موقف رہا تو مستقبل میں انہیں بھی ارباب رحیم اور شیر افگن کی طرح عوامی غیض وغضب اور جوتوں سے بچنے کے لئے 70 یا 80 محافظ رکھنے پڑیں گے۔

زرداری صاحب دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہونے دیں

خبر ہے کہ نوڈیرو میں بھٹو مرحوم کی برسی میں خطاب کرتے ہوئے پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین جناب آصف علی زرداری نے کھل کر ججوں پر اپنا غصہ [illegible] زرداری صاحب نے فرمایا کہ یہ جج اس وقت کہاں تھے جب میں پابند سلاسل تھا محترمہ بے نظیر بھٹو کی وفات کے بعد زرداری قومی سیاستدان بن کر ابھرے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ زرداری نوابشاہ اور سندھ ہی میں محدود تھے بے نظیر بھٹو سے عقد کے بعد زرداری نے شہرت کی بلندیوں کو چھوا اور مسٹر ٹین پرسنٹ کہلائے بعض ناقدین کی رائے ہے کہ محترمہ کے اقتدار کا خاتمہ زرداری صاحب کی ناشائستہ حرکتوں کی وجہ سے ہی ہوا تھا پاکستان

محترمہ کی وفات کے غم میں زرداری صاحب کے گھوڑوں کو وزیراعظم ہاؤس کے اصطبل میں مربے کھلانے والا کڑوا گھونٹ اور جیل کے دوران زرداری صاحب کو ضیاءالدین اسپتال کراچی میں آرام کے لمحات کو نظر انداز کر کے زرداری صاحب کو قومی رہنما کے طور پر قبول کرلیا ہے آج کل زرداری اپنی سیاست کو سب کے لئے قابل قبول بنانے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہیں یہ الگ بات ہے کہ ان کی سیاست پارٹی کے اندر سب کے لئے قابل قبول نہیں ہے اس کی زندہ مثالیں بے نظیر بھٹو کے انتہائی قریبی معتقدین مخدوم امین فہیم اور ناہید خان کا زرداری کیمپ سے کوسوں دور ہونا ہے زرداری صاحب کا یہ کہنا کہ جج اس وقت کہاں تھے جس وقت میں پابند سلاسل تھا اس کا جواب زرداری صاحب کو ججوں سے پوچھنے کے بجائے اپنے بڑے بھائی میاں نواز شریف اور اس وقت کے احتساب بیورو کے چیئرمین سیف الرحمن سے پوچھنا چاہئے کیونکہ زرداری صاحب پر کرپشن کے مقدمات ججوں نے نہیں ان صاحبان نے بنائے تھے۔

پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کی عدلیہ آزاد ہوئی تھی یہ اسی عدلیہ کی برکات ہیں کہ نواز شریف اور محترمہ بے نظیر بھٹو پاکستان واپس آئے 9 مارچ 2007 سے پہلے پاکستان کے مختار کل جنرل پرویز مشرف تھے نواز شریف اور بے نظیر کو کرپشن کی جڑ قرار دے رہے تھے وکلاء کی انتھک جدوجہد کی وجہ سے مشرف کو اپنے سیاسی مخالفین سے ہاتھ ملانا پڑے دو مرتبہ دبئی میں بے نظیر بھٹو سے ملاقاتیں کی ان ہی ملاقاتوں کی کوکھ سے نام نہاد این آر او نے جنم لیا غریبوں کی خون پسینے کی کمائی کو لوٹنے والے سورماؤں نے اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھوئے اور یوں کھربوں روپے کے قرضے معاف کروالئے یہ سب کچھ ایک بدنصیب شخص نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کیلئے کیا ایک غریب آدمی اگر بینک سے ایک ڈیڑھ لاکھ کا قرضہ لے لے اور معاشی مجبوریوں کی وجہ سے واپس نہ کرسکے اس کی جائیداد بحق سرکار ضبط کرنے کے نوٹس آجاتے ہیں جسٹس افتخار چوہدری کا جرم یہ ہے کہ انہوں نے اس این آر او کے بارے میں صرف اتنا کہا تھا کہ اس پر بھی بحث ہونی چاہئے ایک شخص کو یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ ایک آرڈر کے ذریعے سب کچھ معاف کردے شاید زرداری صاحب کو اسی وجہ سے جسٹس افتخار پر غصہ آرہا ہے زرداری صاحب اگر واقعی قومی اور مسلمہ رہنما بننا چاہتے ہیں تو وہ نام نہاد این آر او سے برات کا اعلان کر کے اس کی آزادانہ اور منصفانہ تحقیقات ہونے دیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔

فاتحہ خواں اسمبلی

خبر ہے کہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں مختلف حادثات میں ہلاک ہونے والوں کیلئے فاتحہ خوانی کی گئی۔

گزشتہ اسمبلی کی طرح لگتا ہے کہ موجودہ اسمبلی بھی ایک ڈیبٹنگ سوسائٹی کی طرح ہی رہے گی۔ کہ مختلف موضوعات پر معزز اراکین اسمبلی اپنے فن اور ذوق کا مظاہرہ کریں گے پورے ملک میں ہونے ہونے والے حادثات و انقلابات پر فاتحہ خوانیاں ہوں گی اور کیا اسمبلی تک اسمبلی ہونے کا حق ادا ہو جائے گا ہمارا مشورہ ہے کہ ان معزز اراکین اسمبلی کو اپنے حلقہ انتخاب میں اپنے ووٹروں کے گھروں میں تعزیت کیلئے جانا چاہئے انہیں چاہئے کہ ان تمام مرحومین کیلئے فاتحہ خوانی و قل خوانی کا اہتمام بھی اسمبلی سیشن میں کرلیں اس سے لواحقین کو بھی مسرت حاصل ہو گی کہ ایوان بالا میں ان کے مرحومین کی بلندی درجات کیلئے دعا ہوئی ظاہر ہے جو اسمبلی قوم کے دکھوں کا کوئی عملی مداوا نہ کرسکے جہاں آٹے اور گھی کیلئے لمبی لمبی لائنیں لگی ہوں ایک زرعی ریاست ہونے کے باوجود جس ملک میں غذائی قلت قحط کی صورت اختیار کرے۔ جہاں بارہ بارہ گھنٹے لوڈ شیڈنگ رہے جہاں لاہور کی اشرفی غربت سے تنگ آکر اپنے بچوں سمیت ٹرین کے سامنے آجائے جہاں کا چیف جسٹس جرم عدل کے خوف سے بحال نہ کیا جائے جہاں دن دھاڑے انسان زندہ جلا دیئے جائیں اور اسمبلی خوف مشرفی میں کچھ بھی نہ کرسکے تو کوئی نہ کوئی مثبت سرگرمی چاہئے ہی اور فاتحہ خوانی ایک بہترین سرگرمی ہے جس سے خدا اور وزراء دونوں راضی رہیں گے محترم اراکین اسمبلی پاکستان کی عوام نے ووٹ گو مشرف گو کے نعرے پر دیا تھا لوگ ایک آمر اور اس کی معاشی پالیسی سے تنگ تھے لوگ روٹی، کپڑا، بجلی سستا پٹرول اور انصاف مانگتے ہیں۔ انہی نعمتوں کے حصول کیلئے انہوں نے آپ کو منتخب کیا ہے اگر آپ کا ضمیر اتنا مردہ ہے کہ آپ قوم کو یہ حسین تحفے بھی نہیں دے سکتے تو آپ کو مبارک ہو قومی مجاوری کرتے رہے۔

☆☆☆☆☆☆

سانحہ ارتحال

☆ماہنامہ افق کی مجلس مشاورت کے اہم رکن اور جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے نومنتخب صدر محترم علامہ اقبال اظہری کی اہلیہ گزشتہ دنوں انتقال کر فرما گئیں۔

☆جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی رہنما اور امام شاہ احمد نورانی کے دیرینہ رفیق محترم ڈاکٹر بدر قریشی قضائے الہی سے فوت ہو گئے۔

☆دارالعلوم انوار مجددیہ نعیمیہ کے مہتمم و شیخ الحدیث علامہ محمد احمد نعیمی کے والد محترم مبارک علی بھی گزشتہ ماہ انتقال فرما گئے۔

ماہنامہ افق کے جملہ اراکین مجلس ادارت و مشاورت مرحومین کے لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور ان کے بلندی درجات کیلئے دعا گو ہیں۔

بھوک اور مہنگائی کا طوفان سب کچھ بہا کر لے جائیگا

ابن ظفر

"آپ ہمیں امداد نہ دیں، لیکن مہنگائی کو توڑ دیں، ورنہ ہم اور باقی سارے بچے بھی مر جائیں گے" غم و الم میں ڈوبی ہوئی یہ دردناک فریاد گذشتہ دنوں غربت سے تنگ آکر دو بچوں سمیت ٹرین کے نیچے آکر خودکشی کرنے والی بشریٰ بی بی کی ساس نے وزیراعظم یوسف رضا گیلانی سے اُس وقت کی جب وہ تعزیت کیلئے متوفیہ بشریٰ بی بی کے گھر تشریف لائے، اطلاعات کے مطابق وزیراعظم نے مکہ کالونی میں 12 اپریل کو غربت سے تنگ آکر دو بچوں سمیت خودکشی کرنے والی خاتون بشریٰ بی بی کے والد محمد عارف، اُس کی اہلیہ خالدہ، متوفیہ کے خاوند محمد رمضان اور اُس کے والدین سے ملاقات کی اور اُن سے اس واقعے پر دلی رنج و غم اور تعزیت کا اظہار کیا، اس موقع پر انہوں نے لواحقین کیلئے دو لاکھ روپے نقد، متاثرہ گھر کے ایک فرد کو ملازمت دینے، متوفیہ کی دو بہنوں کی شادی کا خرچہ اور خاندان کی مستقل رہائش کے انتظامات کا بھی اعلان کیا، انہوں نے میڈیا کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حکومت ایسے منصوبے بنا رہی ہے جس سے غربت، بیروزگاری کا خاتمہ ہو سکے اور مستقبل میں اس قسم کے واقعات رونما نہ ہوں۔

گذشتہ حکومت کی معاشی خوشحالی کے ہاتھوں مجبور ہو کر لاہور میں سیون اپ اسٹاپ پر اپنے دو بچوں سمیت خودکشی کرنے والی بشریٰ بی بی کی دردناک موت، اہل وطن کیلئے یہ کوئی نئی خبر ہرگز نہیں ہے، ہر روز نا معلوم کتنے لوگ مفلسی اور بھوک سے تنگ آکر اپنے اعضاء بیچتے، کتنی مائیں اپنے جگر کے ٹکڑوں کو فروخت کرنے پر مجبور ہیں، اور کتنی بشرائیں ہیں جو پانچ سالہ زبیر اور تین سالہ معصوم صائمہ کے ساتھ بھوک اور افلاس کے ہاتھوں تنگ آکر زندگی کی بازی ہار رہی ہیں، لیکن ارباب اقتدار اُن کی موت کی اصل وجہ جاننے کے باوجود بھی اس قسم کے واقعات کی روک تھام، اُس کے تدارک اور کوئی مستقل حل (امداد اور کبھی نہ مکمل ہونے والے منصوبوں کے اعلان کے سوا) نہیں نکال پا رہے، روزمرہ زندگی میں پے در پے پیش آنے والے اس قسم کے واقعات اور حالات کا جائزہ لینے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے جس طرح زرینہ کا اپنے بچوں کو

سابقہ دور میں وزیراعظم ہاؤس کا سالانہ خرچ 53 کروڑ 87 لاکھ روپے تھا، وزراء کی فوج ظفر موج کیلئے کیبنٹ ڈویژن کے بجٹ میں 14 کروڑ روپے اور خفیہ فنڈ کی مد میں 40 لاکھ روپے رکھے جاتے ہیں۔

فروخت کرنے کا اعلان ہمارے معاشرے میں کوئی پہلا اعلان نہیں ہے بالکل اُسی طرح بشریٰ بی بی کی اپنے معصوم بچوں سمیت المناک موت بھی ہمارے گلے سڑے معاشرے میں کوئی پہلی موت نہیں ہے بلکہ اس طرح کے واقعات تو اب ہماری روزمرہ زندگی کا معمول بن چکے ہیں۔

اس وقت ہمارے ملک کی صورتحال یہ ہے کہ پاکستان کی آبادی کا نصف حصہ 8 کروڑ سے زائد افراد غربت کی لکیر سے بھی نیچے جسم و جاں کے رشتے کو باقی رکھتے ہوئے زندگی گزارنے کی کوشش کر رہا ہے، پاکستان کے کل آباد رقبے کی 55% فی صد کچی آبادیاں زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم ہیں، ملک کی 60% فی صد آبادی کو پینے کا صاف پانی اور دیگر بنیادی سہولتیں میسر نہیں ہیں، ملک کی نصف سے زائد آبادی ناخواندگی کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی ہے، غربت و افلاس اس حد تک قحط کی صورت اختیار کر گئی ہے کہ غریب عوام کیلئے دو وقت کی روٹی کا حصول ناممکن ہو گیا ہے، لوگ بے روزگاری کے ہاتھوں مجبور ہو کر خودکشی کر رہے ہیں، غربت و محرومی کی یہ داستان بڑی طویل ہے لیکن ان حقائق کے پس منظر میں اس غریب ملک کے حکمرانوں کے اللے تللے اور شاہ خرچیوں کا یہ عالم ہے کہ ملک کے صرف ایک صوبے کا وزیر اعلیٰ سیکریٹریٹ 17.5 کنال پر محیط ہے، جس کی تزئین و آرائش اور تعمیر نو پر اربوں روپے خرچ کیے گئے ہیں، اس وقت ملک کا بیک وقت ایک نہیں دو گھروں (ایوان صدر جس کے انتظام اور رکھ رکھاؤ کے اخراجات 29 کروڑ اور ایوان صدر کے باغات کی دیکھ بھال کا بجٹ 70 لاکھ روپے سالانہ ہیں جبکہ آرمی ہاؤس جس کا سارا خرچہ دفاع کے بجٹ سے لیا جاتا ہے) میں رہائش پزیر ہے، اسی طرح سابقہ دور میں وزیراعظم ہاؤس کا سالانہ خرچ 53 کروڑ 87 لاکھ روپے تھا، وزراء کی فوج ظفر موج کیلئے کیبنٹ ڈویژن کے بجٹ میں 14 کروڑ روپے اور خفیہ فنڈ کی مد میں 40 لاکھ روپے رکھے جاتے ہیں، حکمرانوں کے بیرونی سفر بھی اس غریب ملک کے محدود وسائل کے بدترین استعمال کی شرمناک مثال ہیں، ایک ایک سفر میں پانچ دس نہیں 60،60 شرکاء سفر کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا رہا، اور کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرا جب صدر یا وزیراعظم کسی بیرونی ملک کا رخت سفر نہ باندھیں، قومی خزانے پر ان دوروں سے پڑنے والے مالی بوجھ کا اندازہ وزارت خارجہ کے بجٹ میں صرف صدر، وزیراعظم اور اُن کے ہمراہ جانے والے افراد کی مد میں ایک ارب روپے سے زیادہ لگایا گیا، جبکہ صدر، وزیراعظم، وزرائے کرام، ارکان پارلیمنٹ اور اعلیٰ سرکاری حکام کے سالانہ دوروں پر مجموعی اخراجات کا تخمینہ 4 ارب روپے سے زیادہ بیان کیا جاتا ہے، جس ملک کے عام شہری کو سائیکل، موٹر سائیکل یا اچھی

پاکستان کے کل آباد رقبے کی 55% فی صد کچی آبادیاں زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم ہیں، ملک کی 60% فی صد آبادی کو پینے کا صاف پانی اور دیگر بنیادی سہولتیں میسر نہیں ہیں، ملک کی نصف سے زائد آبادی ناخواندگی کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔

حکمرانوں کے بیرونی سفر بھی اس غریب ملک کے محدود وسائل کے بدترین استعمال کی شرمناک مثال ہیں، ایک ایک سفر میں پانچ دس نہیں 60،60 شرکاء سفر کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا رہا، اور کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرا جب صدر یا وزیراعظم کسی بیرونی ملک کا رخت سفر نہ باندھیں، قومی خزانے پر ان دوروں سے پڑنے والے مالی بوجھ کا اندازہ وزارت خارجہ کے بجٹ میں صرف صدر، وزیراعظم اور اُن کے ہمراہ جانے والے افراد کی مد میں ایک ارب روپے سے زیادہ لگایا گیا، جبکہ صدر، وزیراعظم، وزرائے کرام، ارکان پارلیمنٹ اور اعلیٰ سرکاری حکام کے سالانہ دوروں پر مجموعی اخراجات کا تخمینہ 4 ارب روپے سے زیادہ بیان کیا جاتا ہے۔

ٹرانسپورٹ میسر نہیں اس ملک کے حکمرانوں کیلئے قیمتی ہوائی جہاز اور لگژری کاریں، جیپیں اور مرسڈیز بینز گاڑیاں منگوائی جائیں، زندہ معاشروں اور قوموں میں مضبوط قانون اور بلند اخلاقی سطح کے ہوتے ہوئے بھی کبھی کسی بھی حکمران کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ چیف منسٹر ہاؤس، ایوان صدر، اور ایوان وزیراعظم کی دیکھ بھال، مہمانوں کی تواضع اور دیگر لوازمات پر ملک وقوم کی خطیر رقم خرچ کریں اور مراعات و آسائش کے حصول کیلئے خود اپنے لئے اپنی مرضی ومنشا کا قانون بنائیں، عوام کے خادم اور غلام ہونے کے بجائے عوام کو اپنا خادم اور غلام سمجھیں، اور اُن کی طرز زندگی مفلوک الحال عوام کے برعکس عیش وعشرت، خودغرضی اور ذاتی نمود ونمائش کی آئینہ دار ہو، قوم نے دیکھا کہ حکمرانوں کے ایوانوں کی دیواریں بلند تر ہوتی گئیں لیکن غربت وافلاس کی ماری عوام کو پیٹ بھر روٹی، پینے کا صاف پانی اور دیگر بنیادی سہولتیں تک میسر نہیں ہوئیں جبکہ ہر دور میں ارباب اقتدار کے دسترخوان انواع اقسام کے کھانوں اور مرغ مسلم سے سجے رہے، غریب کو کفن کیلئے کپڑا نصیب نہیں تھا لیکن حکمرانوں کو غیر مقدمی بینر کیلئے ہمیشہ ریشمی کپڑوں کے تھانوں کے تھان دستیاب رہے، اس وقت ایک عام آدمی بھوک، افلاس اور مہنگائی کے جس خوفناک صحرا میں کھڑا ہے اُس کی ایسی کوئی دیوار نہیں جس سے وہ سر ٹکرا ٹکرا کر مرجائے، جس قبر نما گھر میں وہ رہتا ہے اس میں پاؤں پھیلانے کی صورت میں گھر کا حدود اربعہ ختم ہوجاتا ہے،

روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی کے اس دور میں عام آدمی کو اپنے خانگی اور معاشی مسائل سے نبرد آزما ہونے کیلئے کم از کم 20 ہزار روپے ماہانہ درکار ہیں، جبکہ حکومت کم از کم چھ ہزار روپے مقرر کرکے سمجھتی ہے کہ اس نے ہر آدمی کے تمام مسائل حل کردیے ہیں، اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ اس نظام زر کے ناخداؤں اور ملک کے فرمانرواؤں کا ایک ایک ڈرائنگ روم اور اُس میں سجے ہوئے نوادرات اور نمائشی ظروف اس ملک کے ہزاروں عام آدمی کے مکانات سمیت مجموعی اثاثے سے کہیں زیادہ قیمتی ہیں، جناب وزیراعظم صاحب گستاخی معاف ایسے میں لوگوں کو وعدوں سے بہلانا، تقریروں سے جھوٹی تسلی دینا اور صبر کی تلقین کے ذریعے اپنا ہم خیال بنالینا ممکن نہیں رہا ہے، عوام اب باشعور ہوچکے ہیں اور اپنے اور گرد کے حالات پر نظر رکھتے ہیں، آج ہر آدمی اپنے شکم کی آگ بجھانے کی تگ و دو میں بری طرح مصروف ہے، اس وقت مہنگائی، غربت، بے روزگاری، اور بھوک وافلاس نے عوام کو زندہ درگور کردیا ہے، جس کا زندہ ثبوت غربت اور مہنگائی کے ہاتھوں بشریٰ کی اپنے معصوم بچوں سمیت خودکشی ہے، معاشرے میں غربت ومہنگائی اور فاقہ کشی کے ہاتھوں موت جیسے سانحات کا جنم لینا سابقہ حکومت کی اُس آٹھ سالہ خوشحال پالیسی کا ٹریکل ڈاؤن ہے، جس کے ثمرات کا نتیجہ کراچی تا خیبر تک بچوں کی فروخت اور بشریٰ بی بی اور اُس کے معصوم بچوں کی لاشوں کی شکل میں بکھرا ہوا ہے، وزیراعظم صاحب کا متوفیہ بشریٰ کے خاندان کی امداد کا اعلان یقیناً ایک اچھا اقدام ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا غربت وافلاس کی ماری ہر زرینہ کو اپنے لخت جگر بیچ کر اور ہر بشریٰ ہر زبیر اور ہر صائمہ کو موت کی وادی سے گزر کر ارباب اقتدار کی توجہ حاصل کرنا ہوگی؟ وزیراعظم صاحب کتنی بشراؤں کے خاندانوں کی دادرسی کرنے کیلئے اُن کے گھر جائیں گے؟ اور کیا اُن کے اس عمل سے یہ مسائل حل ہوجائیں؟۔

جناب وزیراعظم صاحب بشریٰ جیسے غریب لوگوں کی خودکشیوں کے واقعات آپ کی حکومت کیلئے ایک تازیانہ عبرت ہیں اور آپ کو فی الفور اس کے اسباب ومحرکات کے تدارک اور سابقہ حکومت کی غریب کش پالیسیوں پر نظرثانی کی دعوت دے رہے ہیں، ہم جناب سے امید کرتے ہیں کہ لایعنی دعووں کے بجائے آپ زمینی اور معروضی حقائق پر توجہ دیں گے، کیونکہ موجودہ حالات میں عوام یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ جب تک حکمران آمد وخرچ میں توازن پیدا نہیں کرتے، مجموعی قومی وسائل کی روشنی میں کاروبار حکومت ترتیب نہیں دیتے اور وسائل و مسائل کے فرق کو مٹا کر ایک ایسا اعتدال پسند معاشرہ تشکیل نہیں دیتے، جس میں حکمرانوں کی آسائشوں سے زیادہ عوام کی خواہشات کا احترام اور عکس نمایاں ہو، اس وقت تک کوئی بھی سیاسی جماعت اور حکومت ملک سے غربت اور بھوک وافلاس کا خاتمہ کرکے سولہ کروڑ عوام کی تقدیر نہیں بدل سکتی، جناب وزیراعظم صاحب بشریٰ کی ساس نے سچ کہا ہے قوم کے باقی ماندہ بچوں کو بھوک و افلاس کے ہاتھوں بکنے اور مرنے سے بچانے کیلئے آپ کو مہنگائی کے زور کو توڑنا ہوگا، اور یہ کام تب ہی ممکن ہے جب اس ملک کی لاکھوں زرینہ اؤں اور بشراؤں کے مسائل کا حل حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہوگا۔

روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی کے اس دور میں عام آدمی کو اپنے خانگی اور معاشی مسائل سے نبرد آزماء ہونے کیلئے کم ازا کم 20ہزار روپے ماہانہ درکار ہیں، جبکہ حکومت کم از کم تنخواہ چھ ہزار روپیئے مقرر کرکے سمجھتی ہے کہ اس نے ہر عام آدمی کے تمام مسائل حل کردیئے ہیں۔

مردِ حق مردِ غازی

مولانا عبدالستار خان غازی

مولانا شبیر احمد ہاشمی خطیب پتوکی ضلع قصور حضرت قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے وفادار اور شیدائی ساتھیوں میں سے ایک ہیں۔ ان کی تحریر کی شگفتگی اور پختگی کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ان کا یہ مضمون **1979**ء میں "میلاد مصطفیٰ کانفرنس" رائے ونڈ کے موقع پر "اخبار العرب" لاہور میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں ہفت روزہ "الہام" بہاولپور کے "مجاہد ملت ایڈیشن" **28** مئی **1987**ء میں چھپا۔ مجاہد ملت کی برسی کے موقع پر قارئین کی خدمت میں یہ خصوصی تحریر پیش ہے ——— (ادارہ)

لمبا قد، گویا

چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

دوہرا جسم ——— مضبوط اعضاء ——— آواز "بانگ درا" ——— فکر "پیام مشرق" ——— اور ——— "چوں مرگ آید تبسم برلب اوست" کا واضح ثبوت ——— گویا اقبال کا مرد مومن ——— یہ ہیں ——— مردِ حق مرد غازی مولانا عبدالستار خاں نیازی صاحب۔ آپ **1915**ء میں ضلع میانوالی کے نیازی خاندان میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ذوالفقار علی خان ہے۔ ابتدائی تعلیم میانوالی میں حاصل کی۔ اس کے بعد لاہور آگئے اور اسلامیہ کالج سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہیں شعبہ اسلامیات کے صدر کے طور پر فرائض سرانجام دیئے۔

دور طالبعلم سے ہی سیاست سے آشنائی کی جوتا ایں دم، جوں کی توں قائم ہے اور اس محاذ میں بھرپور جنگ لڑی جاری ہے۔ مولانا نے اپنی سیاست کا محور "خلافت علی منہاج نبوت" کو قرار دیا۔ اس مقصد کے لئے اولاً پاکستان ضروری تھا۔ ثانیاً اس میں اس عظیم پروگرام کا اجراء۔

قیام پاکستان کے لئے آپ نے سب کچھ پھونک دیا۔ کفن بردوش ہو کر متحدہ قومیت کے علمبردار کانگریسی ملاؤں اور برہمنی سامراج کے خلاف جہاد کیا۔ اور دو قومی نظریہ کے لئے دلائل و براہین کے انبار لگائے۔ مضامین رقم کئے۔ تقریروں کا سلسلہ قائم کیا۔ عملی جدوجہد کو زیور بنایا اور قائد اعظم محمد علی جناح کے چند منظور نظر نوجوانوں میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ اقبال کی صحبت سے براہ راست فیض حاصل کیا۔

حکیم مشرق نے

دردل مقام مصطفیٰ ——— اور

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست

کا ایسا سبق دیا کہ مولانا نے ہر راجپال کے خلاف غازی علم الدین شہید کا کردار ادا کیا۔ حضور سرور کونین معلم کائنات ﷺ کے عشق و محبت کا سرور ایسا سرمدی ہے کہ جسے یہ دولت نصیب ہو جائے وہ پھر مولانا نیازی کی طرح ہی مصلحت بینی کے چکر سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور بقول

فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

نکل جاتی ہو سچی بات جس کے منہ سے مستی میں

کا مظہر بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مولانا عبدالستار خان نیازی نے غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب خان، یحیٰی خاں، امیر محمد خان اور ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تحریکوں اور تنقید کے سخت سے سخت لمحات میں عجب ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ کوئی دھونس، دھمکی اور لالچ اس مرد خدا مست کے طرے کو خم نہ کر سکا۔

مولانا نے مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے اپنی سیاست کا آغاز کیا۔ صوبائی اسمبلی کے دو مرتبہ ممبر بنے۔ اور مشہور عالم "پردہ بل" پیش کیا۔ جب مسلم لیگ کی سیاست اغراض کا شکار ہو کر افسروں کے گھر کی لونڈی بن گئی تو مولانا نے بھی علیحدگی اختیار کر لی اور آزاد حیثیت سے کلمہ حق بلند کرنے لگے۔ چونکہ اس دوران جمعیت علماء پاکستان کی پالیسی یہ تھی کہ اسمبلی سے باہر رہ کر خالص دینی سیاست کو مثبت انداز سے پیش کیا جائے جبکہ مولانا نیازی سیاست کو اسمبلی اور پھر اسمبلی سے باہر رہ کر خالص دینی

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں مقام مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے تختہ دار تک رسائی حاصل کی اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے آج تک بیسیوں مرتبہ جیل جانا پڑا۔

سیاست کو مثبت انداز سے پیش کیا جائے جبکہ مولانا نیاز[ی] سیاست کو اسمبلی اور پھر اسمبلی سے باہر دونوں جگہ چلا[نے] کے قائل تھے۔ اس لئے جمعیت سے الگ رہ کر اس [کے] مقاصد کی نگہبانی۔ **1953**ء کی تحریک ختم نبوت [میں] مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے تختہ دار تک ر[سائی] حاصل کی اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے آج تک بیسیوں مرتبہ جیل جانا پڑا۔

مولانا نورانی سراپا قدسی و جبروت...

مولانا نیازی مکمل جلالی و قہاری لیکن لوگو[ں]

نے دیکھا کہ یہ دو قالب ایک جان ہو کر...

ملی مسلمان کا واضح ثبوت بن گئے

اور جمعیت علمائے پاکستان میں شامل ہوئے تو اس وقت جمعیت کے صدر شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی نے آپ کو قومی اسمبلی کا ٹکٹ دیا۔ چنانچہ جمعیت کی ... نوابوں کی مخالفت میں الیکشن میں حصہ لیا۔ مگر بھرپور ... گردی کی وجہ سے **1970** کا الیکشن ہار گئے۔ بعد ... پنجاب کی سطح پر صاحبزادہ فیض الحسن جو کسی وقت جمعیت اپنے ہاتھ کی چھڑی اور جیب کی گھڑی سمجھتے تھے نے ... دبی ہوئی قیادت کو اجاگر کرنے کے لئے ون یونٹ کی ... کے بعد اپنے آپ کو جمعیت کا صوبائی صدر ہو[نے کا] اعلان کر دیا، تو ان کے مقابلہ میں فقیہہ عصر حضرت مفتی اعجاز ولی خاں صاحب نے اپنا گروپ تشکیل ... اس تصادم کا توڑ خواجہ سیالوی نے یوں کیا کہ دونوں گرو[پ] توڑ کر مولانا نیازی کو پنجاب کے لئے کنوینر نامزد فر[مایا]۔ آپ نے جمعیت کی تشکیل کے لئے شب و روز ... کر دیا۔ اور مدرسہ مظہر العلوم ملتان بھرپور کنونشن ... جس میں مولانا شاہ احمد نورانی کو قائد اہلسنت کا خطاب ...

(بقیہ صفحہ 32)

پاکستان روشن خیال ثقافتی یلغار کے نرغے میں

عبدالرؤف مصطفائی

عقائد ونظریات کے علاوہ کوئی قوم کسی دوسری قوم سے اپنی جداگانہ حیثیت اور امتیازی شان کو اُس وقت تک ہی برقرار رکھ سکتی ہے جب تک کہ اُس قوم کا اپنی تہذیب و ثقافت، طرز تمدن اور اخلاقی و مذہبی روایات سے گہرا رشتہ قائم رہتا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی قوم مندرجہ بالا صفات میں سے کسی ایک صفت سے بھی محروم ہوجائے یا ہاتھ دھو بیٹھے تو اُس قوم کی نہ صرف امتیازی شان ختم ہوجاتی ہے۔ بلکہ وہ قوم تہذیب وثقافت، اور اخلاقی ومذہبی انحطاط میں مبتلا ہوکر شکست وریخت کا بھی شکار ہوجاتی ہے۔ یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ عقائد ونظریات ہی وہ اہم بنیاد ہوتے ہیں جن پر قوموں کی تہذیب و ثقافت کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ جو دنیا میں انہیں دیگر اقوام عالم سے ممتاز اور جدا کرتی ہے۔

کسی قوم کا اپنے عقائد ونظریات اور اپنی مذہبی واخلاقی قدروں سے رشتہ جتنا زیادہ قوی ہوگا اُس کی تہذیب و ثقافت کی عمارت اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوگی۔ لیکن اگر کوئی قوم اپنی تہذیب وتمدن، اخلاقی ومعاشرتی روایات اور اپنی دینی اقدار کو چھوڑ کر کسی دوسری قوم کے طرز حیات اور رہن سہن کے طریقوں کو اپنا لے تو اس کا واضح مطلب ہے کہ اس قوم کا اپنی اساسی بنیادوں اور تہذیبی روایات سے رشتہ کمزور ہوگیا ہے۔ اب اگر وہ قوم لاکھ دعویٰ کرے کہ ہماری تہذیب وتمدن، مذہبی شناخت، اور معاشرتی اقدار وہ نہیں جو ہم نے اختیار کی ہوئی ہیں بلکہ وہ ہیں جنہیں ہم نے ترک کردیا ہے۔ تو سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قوم اپنی شناخت کے عملی اظہار سے محروم اور اپنے انداز واطوار اور رہن سہن میں کسی اور ہی تہذیب کی نمائندہ ہے۔

اس بات کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی غیر مسلم اگر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھے، روزہ رکھے، مسلمانوں جیسا لباس پہنے، اور مسلمانوں کی طرح وضع قطع اختیار کرے، تو لوگ اسے مسلمان ہی سمجھیں گے۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی مسلمان ہندووانہ طرز زندگی کو اختیار کرلے، ہندووانہ تقریبات منائے اور ہندووانہ رسم ورواج کے مطابق اپنی زندگی کے معمولات انجام دینے لگے تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ وہ عقیدۃً تو مسلمان ہے لیکن عملاً ہندو ہوگیا ہے۔ مقام غور یہ ہے کہ آج بھی ایک ہندو دشمن اسلام، صاحب اسلام ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ اپنی نفرت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اُس کے نزدیک مسلمان ناپاک اور ملیچھ ہیں۔ اگر کسی ہندو پر مسلمان کا سایہ بھی پڑ جائے تو وہ پلید ہوجاتا ہے۔ آج کے اس جدید اور ترقی یافتہ سائنسی دور میں بھی ہندوؤں کیلئے کسی مسلمان کا جھوٹا کھانا پینا حرام ہے۔ لیکن اس کے برخلاف آج اسلام کی مذہبی تعلیمات کی روشنی میں عالم کفر کے ساتھ ایک مسلمان معاشرے کا تعلق اور اُس کی غیر اسلامی معاشرتی رسوم ورواج کو اپنانے کے خلاف ایک مسلمان کا نفرت وعداوت آمیز رویہ جو ہونا چاہیے تھا وہ ہمیں کہیں نظر نہیں آتا۔ مسلمان اسے قائم رکھنے میں بھی ناکام نظر آتے ہیں۔ جبکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم اپنی ٹھوس اور مضبوط تہذیبی، معاشرتی اور اسلامی اقدار وروایات کی موجودگی میں کفر کی علامت اور اس کی رسوم ورواج سے سرعام نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے نا صرف اسے مسترد کرتے بلکہ اپنانے سے بھی گریز کرتے۔

مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے اس وقت پوری اسلامی دنیا اور بالخصوص پاکستان شرم وحیا سے عاری اور بے حیائی مزین جدید ثقافتی یلغار کی زد میں ہے۔ اسلامی شناخت، ثقافت اور تہذیب وتمدن کو مٹانے کیلئے غیر مسلم مشینری تمام تر سامان رذالت وخباثت سے لیس ہمارے خلاف صف آرا ہے۔ انگلش وانڈین فلمیں اور خاص طور پر کیبل کے ذریعے ہونے والی یہ ہندو ثقافتی یلغار اتنی زیادہ طاقتور اور موثر ہے کہ بظاہر اس کے اثرات سے بچنا اور اس کا توڑ کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہمیں یہ احساس نہ ہوجائے کہ آنگن آنگن پھیلتا یہ میٹھا زہر ہمارے معاشرے اور خصوصاً ہماری نئی نسل کے ناپختہ ذہنوں پر قبضہ جما کر انہیں کس قدر تیزی سے اخلاقی اور معاشرتی تباہی کی جانب لے جارہا ہے۔ ہندو تہذیب وتمدن اور معاشرتی پس منظر میں بنائی گئی عریانیت اور جنسی بے راہ روی پر مبنی انڈین فلمیں اور ڈرامے جن میں ہیرو ہیروئن کو آزادتعلقات استوار کرتے اور شادی بیاہ کے بغیر والدین بنتے دکھایا جاتا ہے۔ ہمارے مسلم معاشرے کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ شادی بیاہ تو صرف رسمی باتیں ہیں اصل رشتہ تو ایکدوسرے کو قبول کرنے یا دل کا ہوتا ہے۔ ہر 20 سے 25 منٹ دورانیے کا انڈین ڈرامہ ''بھجن، کیرتن اور اشلوک کی گھن گھرج اور دیوی دیوتاؤں کے سامنے ماتھا ٹیکنے کے ایسے جذباتی مناظر جس سے اُنکے ہندو دھرم سے بے پناہ محبت کا اظہار ہو'' سے لبریز ہوتا ہے۔ ایسے ڈرامے ہمارے پاکستانی مسلم گھرانوں میں بڑے ذوق وشوق سے دیکھے جارہے ہیں۔ آج ہر گھر رات ساڑھے سات بجے سے لیکر

کسی قوم کا اپنے عقائد ونظریات اور اپنی مذہبی واخلاقی قدروں سے رشتہ جتنا زیادہ قوی ہوگا اُس کی تہذیب و ثقافت کی عمارت اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوگی۔ لیکن اگر کوئی قوم اپنی تہذیب وتمدن، اخلاقی ومعاشرتی روایات اور اپنی دینی اقدار کو چھوڑ کر کسی دوسری قوم کے طرز حیات اور رہن سہن کے طریقوں کو اپنا لے تو اس کا واضح مطلب ہے کہ اُس قوم کا اپنی اساسی بنیادوں اور تہذیبی روایات سے رشتہ کمزور ہوگیا ہے۔

غیر مسلم مشینری تمام تر سامان رذالت وخباثت سے لیس ہمارے خلاف صف آرا ہے۔ انگلش وانڈین فلمیں اور خاص طور پر کیبل کے ذریعے ہونے والی یہ ہندو ثقافتی یلغار اتنی زیادہ طاقتور اور موثر ہے کہ بظاہر اس کے اثرات سے بچنا اور اس کا توڑ کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہمیں یہ احساس نہ ہوجائے کہ آنگن آنگن پھیلتا یہ میٹھا زہر ہمارے معاشرے اور خصوصاً ہماری نئی نسل کے ناپختہ ذہنوں پر قبضہ جما کر انہیں کس قدر تیزی سے اخلاقی اور معاشرتی تباہی کی جانب لے جارہا ہے۔

ساڑھے گیارہ بجے تک محمد واحت کے دلآویز نغموں اور قرآن کی تلاوت کے بجائے بے بے کاروں کی آواز دل گونج رہا ہے۔اور اس گونج کا رفتہ رفتہ اثر مذہبی، اخلاقی اور سماجی اقدار سے کنارہ کشی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ہماری نئی نسل کے کچے ذہن بڑی آسانی سے ہندو ثقافتی اور مذہبی پرچار کو قبول کر کے اسلامی عقائد و تعلیمات سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔آج ہمارے تعلیمی ادارے، گلی کوچے، محلے اور ان میں رہنے والے لوگ غیر مسلم تہذیب کے چلتے پھرتے اشتہار نظر آتے ہیں۔

اس وقت ہمارے ملک میں بے حیائی اور فحاشی کا طوفان تیزی سے بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔اس طوفان سے ہمارا امیر طبقہ ہی نہیں بلکہ ایک عام غریب آدمی کا گھر بھی بری طرح متاثر ہوا ہے۔آپ زندگی کے کسی بھی شعبے پر نظر ڈالیں سب میں اس طوفان کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔ہمارا الیکٹرانک میڈیا خاص طور پر اس میں پیش پیش ہے۔اخلاق و شرم و حیا سے عاری کیبل چینل کو کوئی بھی شریف النفس انسان دیکھنا پسند نہیں کر سکتا۔لیکن اب یہ اس قدر عام ہو گئے ہیں کہ لاکھ کوشش کے باوجود کوئی کسی فرد یا معاشرے کا ان کے مضر اثرات سے بچنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔وہ زہر جو اہل باطل اپنی رگوں میں پوری طرح اتار چکے ہیں، اور جس سے آج اُنکے معاشرے کی شناخت ہر سیکنڈ پر ایک نیا جرم، انفرادی اور اجتماعی خودکشیاں، عورتوں کی عصمت دریاں، نوجوان بن بیاہی مائیں، پیدا ہونے والا ہر تیسرا بچہ ناجائز اور مادر پدر آزاد و جرائم پیشہ نوجوان نسل ہے۔آج وہ اسی زہر کو فحش سی ڈیز، کیبل، ڈش اور نیٹ کیفے کے ذریعے ہمارے مسلم معاشرے میں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ یورپ کی طرح غیر محفوظ اور عدم تحفظ کا شکار ماحول یہاں بھی پیدا کیا جا سکے۔

پاکستان ایک نظریاتی اسلامی ملک ہے جس کی تہذیب و ثقافت کی اپنی ایک الگ پہچان ہے مگر افسوس کہ کبھی یہ ثقافت جو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔اور جس نے ماضی میں ہر موڑ پر دوسری تہذیبوں کو مات دی تھی آج آہستہ آہستہ مٹتی جا رہی ہے۔ہم مسلمان نادانستگی میں آہستہ آہستہ مغربی اقوام اور خصوصاً ہندووانہ تہذیب و تمدن کے غلام بنتے جا رہے ہیں۔آج ہمارے ملک میں بھی نیو ایئر، ویلنٹائن ڈے، اپریل فول، یوم مئی، بسنت، فرینڈز شپ ڈے، وغیرہ ایسے منائے جاتے ہیں جیسے مذہبی تہوار جوش و خروش سے منائے جاتے ہیں۔بدقسمتی سے جہاں افراد، قوم اور معاشرے کو اس بے بنیاد تہذیب سے آشنا کروانے میں سب سے زیادہ کردار انڈین چینلز اور ان کی پیروی کرنے والے ہمارے پرائیوٹ چینلز نے انجام دیا ہے۔وہاں معاشرتی تباہی اور بربادی کا سب سے تشویشناک ایک پہلو یہ بھی ہے کہ پڑوسی ملک کی جانب سے ہماری اسلامی اور ثقافتی اقدار پر مارے جانے والے اس شب خون پر ہماری روشن خیال حکومت کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

تہذیب و تمدن کسی بھی معاشرے کی سیرت و کردار کی عکاس اور دنیا اس کے وجود کی مدلل دلیل ہوتے ہیں۔حدود و قیود سے آزاد روشن خیالی کی پیروی میں ہم خود اپنے ہاتھوں سے اپنی پہچان اور ثقافت کو مٹا کر تہذیبی شعور کھوتے جا رہے ہیں۔جس کی وجہ سے دنیا میں مسلمان دشمن کیلئے تر نوالہ ثابت ہو رہے ہیں۔لہذا ہمیں اپنے دین و ایمان، قومی و ملی تشخص، اور دینی روح کو بچانے کیلئے شرم و حیا کے کلچر کو عام کرنا ہوگا۔حضور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "اللہ جب کسی بندے کی ہلاکت کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے حیا سے محروم کر دیتا ہے۔" یاد رکھیے ہم اُس نبی ﷺ کی اُمتی ہیں جس نے شرم و حیا کو ایمان کا شعبہ قرار دیا۔اور خود جن کے باحیا ہونے کا اعتراف اُن کے بدترین دشمن بھی کیا کرتے تھے۔آج ہمارے معاشرے میں خیر و بھلائی اور ہماری زندگیوں میں حسن و خوبی اسی صورت پیدا ہو سکتی ہے جب تک کہ ہم اپنی ذات، گھر، گلی، محلوں، اداروں، تقریبات اور ملبوسات ہر چیز کو قرآن و سنت کی تعلیمات کے تابع نہ کر دیں۔یہ بات درست ہے کہ دور حاضر میں اُمت مسلمہ کو سائنس و ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ تہذیبی اور ثقافتی محاذ پر بھی بے پناہ مسائل اور چیلنجوں کا سامنا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم جدید تقاضوں اور حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنی تہذیب و روایات اور دینی تقاضوں ہی کو بالائے طاق رکھ دیں۔آج دنیا میں ہمیں عزت و وقار کے ساتھ سر اٹھا کر زندگی گزارنے کیلئے یہود و ہنود کی وضع کردہ "روشن خیالی کی منافقت" نہیں بلکہ اپنی روایت، اپنی تہذیب، اپنا کلچر، اور اپنے مذہب پر افتخار کی دولت درکار ہے۔

روشن مستقبل، درخشاں روایات اور تابناک ماضی کی امین

جمعیت علماء پاکستان

الحمد اللہ آج جمعیت علماء پاکستان کے قیام کو 60 سال ہو چکے ہیں لیکن اس عظیم جماعت کا پاکیزہ منشور اول روز سے آج تک وہی ہے یعنی نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ اور

60ویں یوم تاسیس پر علامہ جمیل احمد نعیمی کی خصوصی تحریر

تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ۔ اس عظیم جماعت کے قیام میں ہمارے اکابرین غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی، علامہ ابو الحسنات سید احمد قادری، مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، حضرت مولانا حامد علی خان ملتان اور مجاہد ختم نبوت صوفی ایاز خان نیازی، نے قابل ذکر اور تاریخی کردار ادا کیا۔

بنارس سنی کانفرنس اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے دو قومی نظریے کے مطابق پاکستان معرض وجود میں آیا۔ گویا جمعیت علماء پاکستان فیضان اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی ہی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد جے یو پی کے قیام نے اہلسنت کو ایک نظریہ اور فکر دی کہ دین اور سیاست جدا نہیں اور اصل سیاست وہی ہے جو سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی المرتضیٰ نے کی جس میں لالچ کے بجائے فقیری کے عالم میں مرد قلندر کا کردار ادا کرنا ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے قیام سے اب تک کئی علماء کرام، اللہ کے ولیوں، اکابرین اہلسنت کا مثالی کردار رہا ہے جنہوں نے اپنے خون جگر سے اس باغ کی آبیاری کی لیکن جس ہستی نے جمعیت علماء پاکستان کو بام عروج بخشا وہ قائد اہلسنت، قائد ملتِ اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی ذات ہے۔ آپ نے اپنے اسلاف کی فکر کے مطابق "نہ بکنے اور نہ جھکنے" کی روایت برقرار رکھی اور کبھی اصولوں پر کوئی سمجھوتہ نہ کیا اور اسی باکردار قیادت کی وجہ سے آج جمعیت علماء پاکستان کو یہ مقام حاصل ہوا ہے کہ اس کے کارکن اپنا سر فخر سے بلند کیے ہوئے نظام مصطفیٰ کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

قادیانیوں کے خلاف تحریک سمیت اسمبلی میں وزارتوں کی تقسیم اور مختلف آمروں بشمول یحییٰ خان اور ضیاء الحق کے مارشل لاء میں ہمیشہ جے یو پی کو وزارتوں کا لالچ

قادیانیوں کے خلاف تحریک سمیت اسمبلی میں وزارتوں کی تقسیم اور مختلف آمروں بشمول یحییٰ خان اور ضیاء الحق کے مارشل لاء میں ہمیشہ جے یو پی کو وزارتوں کا لالچ دے کر خریدنے کی کوشش کی گئیں مگر جمعیت نے علامہ نورانی کی قیادت میں ثابت قدم رہتے ہوئے اقتدار اور سیٹوں کو ٹھوکر ماری اور یہ روایت الحمد اللہ آج بھی برقرار ہے۔

دے کر خریدنے کی کوشش کی گئیں مگر جمعیت نے علامہ نورانی کی قیادت میں ثابت قدم رہتے ہوئے اقتدار اور سیٹوں کو ٹھوکر ماری اور یہ روایت الحمد اللہ آج بھی برقرار ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور جمعیت علماء پاکستان نے اصلاح اہلسنت کے لیے بھی زبردست کام کیا اور امام شاہ احمد نورانی صدیقی نے جعلی پیروں اور بے علم و عمل سجادہ نشینوں کے خلاف بھی کلمہ حق بلند کیا اور امت و ملتِ اہلسنت کی فکری رہنمائی کا حق ادا کیا۔

جمعیت علماء پاکستان اہلسنت کی واحد نمائندہ مذہبی وسیاسی جماعت ہے جس کا باقاعدہ طلباء ونگ انجمن طلباء اسلام کی صورت میں موجود ہے جبکہ نوجوانوں کے لیے انجمن نوجوانان اسلام کی بنیاد رکھی گئی جس میں نڈر اور مجاہد نوجوانوں کی ایک ٹیم تیار کی گئی ہے جو کراچی تا خیبر اپنے محبوب قائد کی محبوب جماعت کے محافظین کے طور پر میدان میں اتری ہوئی ہے۔ جمعیت علماء پاکستان نے علماء اہلسنت کو منظم اور متحرک رکھنے کے لیے مرکزی جماعت اہلسنت کی صورت میں ایک علمی پلیٹ فارم تشکیل دیا جس کی سرپرستی خود امام شاہ احمد نورانی صدیقی نے کی اور اسی مرکزی جماعت اہلسنت کے ہزاروں علماء کرام نے ملک بھر کے علماء کنونشن میں حضرت کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا جمعیت علماء پاکستان کی جانب سے عوامی خدمت اور دکھی و بے سہارا لوگوں کی امداد کے لیے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے اپنے دستِ مبارک سے الخادم ویلفیئر ٹرسٹ قائم کیا جس کا باقاعدہ اکاؤنٹ اور آڈٹ کا نظام موجود ہے جس کی سرپرستی پروفیسر شاہ فرید الحق ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے فرما رہے ہیں اسی "الخادم ویلفیئر ٹرسٹ" کے تحت بدین کے سیلاب زدگان و کشمیر کے زلزلہ زدگان، کراچی میں بارشوں کی تباہ کاریوں، بلوچستان کے تباہ حال بارش زدہ دیہاتوں تک امداد پہنچانے جیسے ناگہانی واقعات میں بھرپور کردار ادا کیا جبکہ افغانستان کی جنگ کے دوران بھی "الخادم ویلفیئر ٹرسٹ" کے زیر اہتمام مہاجرین کی زبردست امداد کا کارنامہ سرانجام دیا گیا۔ اور یہ بات تو ہر خاص و عام جانتا ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے بیرون ملک تبلیغی کاموں کی انجام دہی اور اپنے والد گرامی علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی کے مشن کی تکمیل کے لیے ورلڈ اسلامک مشن کی بنیاد رکھی جو دنیا میں ایک معتبر عالمی تبلیغی ادارے کے طور پر کام کر رہا ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے قائد علامہ شاہ احمد نورانی نے بلدیاتی انتخابات کے لیے "الخادم گروپ" کے نام سے ایک پلیٹ فارم بھی تشکیل دیا جس کا چیئرمین حضرت نے خود صدیق راٹھور ایڈووکیٹ کو بنایا جن کی قیادت میں الخادم گروپ نے کراچی کی بلدیہ کے طور پر کراچی کے حقوق کی آواز بلند کی جس کے لیے کئی مواقعوں پر حضرت نے صدیق راٹھور اور الخادم گروپ کے دیگر رفقاء اور تنظیمیں کے لیے تعریفی کلمات ادا کیے گویا جمعیت علماء پاکستان ورلڈ اسلامک مشن، مرکزی جماعت اہلسنت، فدایان ختم نبوت، انجمن طلباء اسلام، انجمن نوجوانان اسلام، الخادم ویلفیئر ٹرسٹ اور الخادم گروپ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی بنائی ہوئی تنظیمیں اور جماعتیں ہیں جن کو موجودہ عہدیداران نے آج تک قائم رکھا ہے اور یہ تمام پلیٹ

فارمز آج تک بھرپور اور متحرک کردار ادا کر رہے ہیں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی حیات میں انہیں دشمنوں کے ساتھ ساتھ دوستوں نے بھی کئی زخم دیے کبھی جے یو پی کا نام استعمال کیا گیا اور کبھی اس سے ملتا جلتا نام، کبھی جے یو پی کے منشور نظام مصطفیٰ ﷺ کی بات کر کے اور کبھی اسی منشور کے نام سے گروپ اور پارٹی بنا کر اپنی شہرت میں اضافے کی کوشش کی گئی کبھی گاڑیوں پر جھنڈے لگا کر اہلسنت عوام کو حقوق کا لالی پاپ دیا گیا اور کبھی ضیاء الحق کی بوٹ پالش کر کے اقتدار کے ایوانوں میں تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے شہیدوں کے خون کا سودا کیا گیا لیکن علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور جے یو پی کے قائدین و عہدیداران نے ہمیشہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور آج تک جے یو پی اسی اُصولِ نورانی کے تحت ڈکٹیٹروں کے خلاف آوازِ حق بلند کر رہی ہے اور ان سازشوں اور ایجنسیوں کا بھرپور مقابلہ کر رہی ہے جو لوگ جے یو پی کو چھوڑ کر گئے آج وہ در بدر کی ٹھوکر کھا رہے ہیں اور جنہوں نے فاسق و فاجر اور آمر و ظالم کے در پر سجدہ کیا اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی تحریک سے غداری کی اُن کے لیے اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا ہے

جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں
دربدریوں ہی خوار پھرتے ہیں

لیکن علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں ایسے بھی رفقاء ہیں جنہوں نے ہر حالت میں آپ کا بھرپور ساتھ دیا اور متزلزل نہ ہوئے جن میں پروفیسر شاہ فرید الحق، علامہ حسن حقانی، صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، مفتی محمد جان نعیمی، علامہ شبیر احمد ہاشمی، ڈاکٹر فرید احمد، قاری زوار بہادر، صدیق راٹھور، پیر اعجاز ہاشمی جیسے باہمت اور بڑے نامور نام ہیں اور ایسے رفقاء کی ایک طویل فہرست ہے جس کے سارے نام یہاں درج کرنا یقیناً ممکن نہیں ہے لیکن یہ تمام حضرات آج تک اپنا تعارف صرف اور صرف علامہ نورانی کے جانثار اور جمعیت کے ادنیٰ خادم کی حیثیت سے کروانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی نے اپنے ہم مسلکوں کے ظلم و ستم اور الزام تراشیوں کا بھی سامنا نہایت تدبر سے کیا اس عظیم مجاہد اسلام اور اللہ کے ولی پر عراق امداد، لیبیا کے ایجنٹ، وہابیوں سے اتحاد کرنے والے وہابیوں کے ایجنٹ، بیرونی دوروں میں پرتعیش زندگی گزارنے والے جیسے (معاذ اللہ) الزامات لگائے گئے، "نورانی سوالات" جیسی بہتان طرازی پر مبنی کتابیں لکھی گئیں مگر آپ نے ہمیشہ اپنے کام کو جاری رکھا اور اپنی پوری قوت روحانی اور صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے جماعت اور ملک کے اندر اور باہر کے حملوں کا مقابلہ کیا اور اپنے مشن کو جاری رکھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ الزام تراشیاں ان کو حق کی راہ سے ہٹانے کے لیے کی جاری ہیں اور امام نورانی اپنے بزرگوں کی جانب سے دی گئی ڈیوٹی پر کام کر رہے ہیں اور آج کے موجودہ قائدین و عہدیداران بھی فیضانِ نورانی کے طفیل اپنے قائد کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

> "الخادم ویلفیئر ٹرسٹ" کے تحت بدین کے سیلاب زدگان و کشمیر کے زلزلہ زدگان، کراچی میں بارشوں کی تباہ کاریوں، بلوچستان کے تباہ حال بارش زدہ دیہاتوں تک امداد پہنچانے جیسے ناگہانی واقعات میں بھرپور کردار ادا کیا جبکہ افغانستان کی جنگ کے دوران بھی "الخادم ویلفیئر ٹرسٹ" کے زیر اہتمام مہاجرین کی زبردست امداد کا کارنامہ سرانجام دیا گیا۔

موجودہ دور میں جمعیت علماء پاکستان پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی گئی کہ جنرل مشرف کی امریکی پالیسیوں کو قبول کرتے ہوئے ق لیگ کا ساتھ دیں اور جے یو پی کے اراکین اسمبلی جنرل پرویز مشرف کو اعتماد کا ووٹ دیں لیکن سلام پیش کرتے ہیں ہم صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر فرید احمد اور پنجاب و سرحد اسمبلی کے تمام ممبران اسمبلی کو کہ جنہوں نے شاہ انس نورانی کے حکم پر اپنے قائد کے مشن اور فکر کے محافظ ہونے کا حق ادا کیا اور کروڑوں کی پیشکش کو ٹھوکر مار دی اور اسمبلی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا کیونکہ

تختِ سکندری پہ وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

جے یو پی کے ان اراکین اسمبلی نے استعفیٰ دے کر یہ ثابت کر دیا کہ کلمۂ حق بلند کرتے رہنا ہی اصل زندگی ہے۔ اور جب حیدر آباد سے رکن سندھ اسمبلی عبدالرحمن راجپوت نے جے یو پی کی پالیسیوں کے برخلاف اور مشن نورانی سے اختلاف کرتے ہوئے مستعفی ہونے سے انکار کر دیا جس پر پروفیسر شاہ فرید الحق اور صاحبزادہ انس نورانی نے 48 گھنٹوں میں ان کی رکنیت معطل کرنے کا اعلان کر دیا جسے ملک کے تمام اخبارات نے سرخیوں کے ساتھ شائع کیا اور ٹی وی پر بھی اس خبر کو نشر کیا گیا کیونکہ جو فکرِ نورانی کے خلاف جائیگا موجودہ قیادت کے نزدیک وہ جے یو پی سے باہر ہوگا اور یہی علامہ نورانی کی تربیت ہے

اسی طرح کار دباؤ امریکی پالیسیوں کے خلاف جے یو پی کے مسلسل مظاہروں، کراچی میں دہشت گردوں اور بھتہ خوروں کے خلاف اعلانِ جنگ اور توہین آمیز کارٹونز اور فلموں کی نمائش کے خلاف زبردست احتجاج پر جے یو پی کی موجودہ قیادت اور عہدیداران پر مسلسل دباؤ ڈالا جاتا رہا ہے مگر موجودہ قیادت، قائدین اور علماء کرام کی آواز پر تمام عہدیداران اور کارکنان نے امریکی پالیسیوں، مشرف اقدامات دہشت گردوں اور بھتہ خوروں کے خلاف اپنی جدوجہد کو پوری قوت سے جاری و ساری رکھا ہے۔

2002 کے عام انتخابات میں جے یو پی کے مرکزی سینئر نائب صدر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے امام شاہ احمد نورانی صدیقی کے حکم پر انتہائی پُرخطر اور پُرفتن دور میں حیدر آباد سے حضرت کی اپنی نشست سے انتخاب میں حصہ لیا اور متحدہ قومی موومنٹ کے آفتاب شیخ کو شکست فاش دی یہ وہ وقت تھا جب کوئی دنیاوی پیر اور مولوی گولیوں کی بوچھاڑ میں کلمۂ حق بلند کرنے کے لیے تیار نہ تھا لیکن علامہ حسن حقانی کے بقول صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے حقیقی معنوں میں مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی اولاد کا کردار ادا کرتے ہوئے بہادری سے وقت کے جابروں اور جہانگیروں کو للکارا۔ حضرت امام شاہ احمد نورانی کے وصال کے بعد جمعیت علماء پاکستان اور مرکزی جماعت اہلسنت کی قیادت نے سیہون شریف میں عظیم الشان یارسول اللہ کانفرنس کا انعقاد کیا جس کی سرپرستی سندھ کے تمام علماء اور مشائخ نے فرمائی توہین آمیز خاکوں کے خلاف نشتر پارک کراچی میں عظیم الشان لبیک یارسول اللہ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا مینار پاکستان لاہور میں جمعیت علماء پاکستان پنجاب نے عظیم الشان میلاد مصطفیٰ کانفرنس کا انعقاد کیا وقتاً فوقتاً جمعیت علماء پاکستان کے قائدین کی ہدایت پر چاروں صوبوں میں ضلعی اور تحصیل سطح پر خادمین کنونشن، ورکرز کنونشن کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہر اہم ایشو پر جے یو پی کے رہنما دیگر تمام ہم خیال جماعتوں کے قدم بقدم ساتھ چلتے ہیں۔

بالکل اسی طرح کراچی کے آسیب زدہ شہر میں حضرت امام نورانی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جے یو پی کراچی کے موجودہ ناظم اعلیٰ شبیر ابوطالب، صوفی ایاز خان نیازی کے صاحبزادے امان اللہ خان نیازی، حافظ تقی شبیر و دیگر نے بھی بھتہ خوروں اور امریکی ایجنٹوں کا مقابلہ کیا اور کلمۂ حق بلند کیا جسے اہلیان کراچی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

امام شاہ احمد نورانی صدیقی اور جمعیت علماء پاکستان

نے امت کے اتحاد اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے مقابلے کیلئے ''متحدہ مجلس عمل'' کی بنیاد رکھی جس نے حضرت کے وصال کے بعد ''اصول نورانی'' کو چھوڑ کر ''اصول شیرانی'' کو اپنا لیا جس کی وجہ سے آج متحدہ مجلس عمل زبوں حالی اور انتشار کا شکار ہے لیکن جے یو پی کی شوریٰ نے آخری کوشش کے طور پر مولانا نورانی کی نشانی مجلس عمل کو بچانے کی سعی کی ہے جو کہ امت اور ملت کے تمام طبقوں کی خواہش ہے مگر اکابرین جمعیت اور جے یو پی کی شوریٰ کا یہ نقطہ نظر بالکل واضح ہے کہ اگر اب مجلس عمل متحد ہوئی بھی تو اصول اور فکر صرف اور صرف علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے ہوں گے۔ اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو ایسی مجلس عمل کی نہ تو ملت، نہ امت، نہ اہلسنّت اور نہ ہی جمعیت علماء پاکستان کو ضرورت ہے اور یہی ''محافظین فکر نورانی'' کا عہد ہے۔ مشرف حکومت نے جب حدود اللہ میں ترمیم کی اور جب یورپی اخبارات میں توہین آمیز کارٹونز شائع ہوئے تو ایسے وقت میں سب سے پہلے جمعیت علماء پاکستان نے کراچی میں صاحبزادہ شاہ انس نورانی صدیقی کی قیادت میں زبردست مارچ منعقد کیا جبکہ اسلام زندہ باد ریلی بھی منعقد کی گئی جس میں اہلسنّت کی تمام تنظیمات نے شرکت کی اور جے یو پی کی ان کاوشوں اور عوامی بیداری کی مہم کے باعث بعد میں کئی تنظیموں، سیاسی و مذہبی جماعتوں نے بھی ریلیاں منعقد کیں جبکہ جے یو پی کے تحت ان معاملات پر آل پارٹیز کانفرنس، بینرز، پوسٹرز، اسٹیکرز، جلوس وسیمینارز کی بھرمار کر کے جمعیت کی موجودہ قیادت اور عہدیداران نے صحیح معنوں میں ''محافظین فکر نورانی'' کا کردار ادا کیا یہاں تک کہ مختلف ہڑتالوں، مظاہروں اور ریلیوں میں جے یو پی کے موجودہ عہدیداران نے جدوجہد کی اور قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کی جس میں سب سے زیادہ مجاہد ملت علامہ شبیر احمد ہاشمی صاحب کا نام آتا ہے جنہیں حدود اللہ میں ترمیم کے خلاف آواز حق بلند کرنے پر 14 ماہ جیل میں رکھا گیا ان کے علاوہ ایک ہفتے سے ایک ماہ تک گرفتار رہنے والے موجودہ عہدیداران اور وہ تمام قائدین جس پر مقدمات قائم کیے گئے سب کے سب عوام اہلسنّت اور پاکستانی قوم کے لیے قابل قدر اور لائق تحسین ہیں جن میں ڈاکٹر جاوید اختر، قاری زوار بہادر، مفتی ہدایت اللہ پسروری، مشرف محمود قادری، قاضی احمد نورانی اور سرحد بلوچستان کے کئی علماء اور موجودہ عہدیداران شامل ہیں جبکہ جے یو پی کراچی کے موجودہ ناظم اعلیٰ شبیر ابوطالب، پر آج بھی حدود اللہ میں ترمیم، توہین آمیز خاکوں، ناموس رسالت مارچ اور عراق پر امریکی حملے کے خلاف مظاہروں کے باعث کئی مقدمات قائم ہیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی حیات میں لوگ جمعیت میں آتے اور جاتے رہے اپنے، غیر، رشتہ دار، دوست، احباب، عالم، غیر عالم، نوجوان، بزرگ، سب نے علامہ نورانی اور جمعیت علماء پاکستان سے رشتہ جوڑا لیکن جب دامن نورانی میں مفاد پرستی، مال بنانے، دنیاوی عزتیں، اقتدار کا لالچ اور جھوٹ فریب اور کرپشن کو نہ پایا تو چند ایک لوگ ایسے بھی تھے جو جمعیت کو چھوڑ کر بھاگ نکلے اور جن لوگوں نے دامن نورانی میں حق و صداقت دیکھی، اخلاق وکردار دیکھا، نہ بکتا نہ جھکتا اور اقتدار ودولت کو ٹھوکر مارتا دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہی وہ درِ نورانی ہے جہاں سے فیض ملے گا، چاہے دنیا ملے نہ ملے آخرت ضرور سنور جائے گی اور ایسے لوگوں میں بھی علماء، غیر علماء، بزرگ، نوجوان اور طلباء سب شامل تھے۔ اور ایسے نورانی مجاہد اور محافظین فکر نورانی آج بھی جمعیت کی حفاظت کر رہے ہیں جن کی قیادت پروفیسر شاہ فرید الحق، علامہ محمد حسن حقانی، ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر اور علامہ شاہ محمد انس نورانی جیسے مقتدر اکابرین کر رہے ہیں۔

> بنارس سُنّی کانفرنس اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے دوقومی نظریے کے مطابق پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ گویا جمعیت علماء پاکستان فیضان اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی ہی ہے۔

60 سال گزر جانے کے باوجود جے یو پی کا تنظیمی طریقہ کار آج بھی جمہوری ہے۔ جس طرح علامہ شاہ احمد نورانی کے زمانے میں تمام فیصلے شوریٰ عاملہ کے مشوروں اور آراء سے کیے جاتے تھے۔ بالکل وہی طریقہ آج بھی موجود ہے اور آج بھی تمام فیصلے ''اصول نورانی'' کے تحت صرف میرٹ کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں اسی اصول نورانی کے تحت رشتہ داری، مالی طور پر مستحکم ہونے اور بااثر ہونے کے بجائے صلاحیت، دیانت، اہلیت، شرافت اور سینیارٹی کو سامنے رکھتے ہوئے لوگوں کو چنا جاتا ہے اور انتخابات اور دیگر معاملات میں اوپر لایا جاتا ہے، جس میں بلا تفریق اور بلا خوف و خطر تمام فیصلے کیے جاتے ہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے اپنی زندگی میں جس طرح دوست محمد فیضی، ظہور الحسن بھوپالی، محمد احمد صدیقی، جنرل ایچ ایم انصاری، پیر اعجاز ہاشمی، رفیق باجوہ، جنرل کے ایم اظہر، حنیف طیب، حافظ تقی سمیت کئی ایسے لوگوں کو فرنٹ لائن میں شامل رکھا جو عالم دین نہیں تھے۔ لیکن پھر بھی حضرت نے ان پر اعتماد کیا اور اہم ترین معاملات میں ان سے مشاورت رکھی، یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے چند حضرات امام نورانی کی شفقت کے ساتھ انصاف نہ کر سکے ورنہ حضرت کی فہم و فراست نے ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں کو آگے آنے کا موقع دیا اور اس قافلہ نظام مصطفی ﷺ میں اہم مقام پر فائز کیا یہاں تک کہ جنرل کے ایم اظہر، غیر عالم ہونے کے باوجود مرکزی جنرل سیکریٹری، جے یو پی کے رہنما ممتاز قانون دان رفیق احمد باجوہ کو حضرت کی خصوصی تجویز پر قومی اتحاد کا سیکریٹری جنرل اور پیر اعجاز ہاشمی کو جے یو پی کا مرکزی سیکریٹری اطلاعات بنایا گیا حالانکہ یہ تمام حضرات غیر عالم تھے لیکن حضرت امام نورانی ان سب کو ساتھ لے کر چلے۔ اور یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے دوست محمد فیضی، ظہور الحسن بھوپالی اور حنیف طیب نے احسان فراموشی کی اور ضیاء الحق کی نام نہاد مجلس شوریٰ میں شامل ہوئے۔ خصوصاً حنیف طیب جن کے لیے امام نورانی نے اپنی قومی اسمبلی کی نشست خالی کی تھی۔ حضرت کو ان کے اس عمل کا ہمیشہ دکھ رہا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت کے وصال کے بعد ماضی کے جے یو پی کے سوداگروں نے ایک بار پھر جے یو پی پر ڈاکہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی لیکن تمام تر مراعات عہدوں کو ٹھکراتے ہوئے مولانا نورانی کے فکری جانشین آج بھی مشن نورانی پر اسی طرح کاربند ہیں جیسے حیات نورانی میں تھے یہ الگ بات ہے کہ بعض احباب حضرت کے وصال کے فوراً بعد اپنی ذاتی انا کی خاطر ان حضرات کے قافلے میں چلے گئے جو ہمیشہ مولانا نورانی کے خلاف ایجنسیوں کے ایماء اور سیاسی بازیگروں کے کہنے پر سازشیں کرتے رہے جن حضرات نے مرکزی جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت اختیار کی ان میں پنجاب سے سید محفوظ مشہدی، محمد خان لغاری اور سندھ سے محمد احمد صدیقی اور حافظ محمد تقی شہید کا نام نمایاں ہے حافظ محمد تقی شہید چونکہ متحدہ مجلس عمل کراچی کے صدر تھے اس لیے ان کی شمولیت کے بعد حضرت صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی اور صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی کے اصرار پر صدیق راٹھور نے متحدہ مجلس عمل کراچی کی صدارت قبول کر کے خاندان نورانی کے حکم کی تعمیل کی 2008 کے انتخابات میں ایم ایم اے کراچی کے سیکریٹری اطلاعات شبیر ابوطالب نے ضلع کراچی کی طرف سے جناب ہاشم صدیقی ایڈوکیٹ نے صوبہ سندھ کی طرف سے اور جناب صدیق راٹھور نے مرکزی سطح پر اس امر کی سفارش کی کہ خواتین کی مخصوص نشستوں سے 2002 کے انتخابات کی طر

بج 2008 کے انتخابات میں بھی خواتین کی مخصوص نشستوں میں مولانا نورانی کی ہمشیرہ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کا نام پہلے نمبر ہونا چاہیے مذکورہ قائدین کی سفارش کو قبول کرتے ہوئے مجلس عمل کی مرکزی قیادت نے سندھ سے خواتین کی مخصوص نشستوں سے پہلے نمبر پر ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کے نام کی منظوری دے دی یول عمائدین جمعیت نے ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کو ٹکٹ دلوا کر خاندان نورانی سے محبت کا حق ادا کر دیا

جمعیت علماء پاکستان جہاں پورے ملک میں نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفی ﷺ کے تحفظ کے منشور پر عمل کرتے ہوئے جدوجہد کر رہی ہے وہیں نڈر اور بے باک قائدین کی موجودگی میں کراچی شہر میں تنظیم نے ریکارڈ ساز تاریخی کام انجام دیے اور جے یو پی کراچی کے موجودہ عہدیداران نے صحیح معنوں میں محافظین فکر نورانی کا حق ادا کرتے ہوئے دشمنوں اور حاسدوں کے سایے اور فتنہ انگیزوں کے فتنوں سے جے یو پی کو محفوظ رکھا ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کراچی نے پروفیسر شاہ فرید الحق اور صاحبزادہ انس نورانی کے حکم پر سال 2007 کے وسط میں رکنیت سازی مہم کا آغاز کیا اور امام نورانی کے آخری کنونشن منعقدہ مینار پاکستان لاہور میں کیے گئے اعلان کے مطابق جے یو پی کراچی نے بھی اعلان کیا کہ جمعیت علماء پاکستان سے نکلے اور نکالے گئے ہر سابق کو یہ دعوت عام ہے کہ جمعیت کے دفتر جا کر دوبارہ رکنیت کا فارم پر کر کے بغیر کسی معافی اور درخواست کے واپسی حاصل کرے اور الحمد اللہ جے یو پی کراچی نے حضرت کے فرمان کو اخبارات میں بھی شائع کیا جس کے بعد کئی سابقین نے اس پیشکش کا فائدہ اٹھایا اور فارم پر کر کیا واپسی اختیار کی جبکہ بعض اب تک جے یو پی سے دور رہ کر محافظین فکر نورانی کے دائرے میں شامل ہونے کا شرف تا حال حاصل نہ کر سکے لیکن اگر ''اصول نورانی'' کے تحت وہ واپس آنا چاہتے ہیں تو قیادت غور ضرور کر سکتی ہے۔

جے یو پی کراچی نے اہلیان کراچی کو ''نبی کے غلاموں کے شہر کراچی''، درود و سلاموں کا شہر کراچی کا نعرہ دیا جس نے مخالفین کی نیندیں اُڑا دیں جبکہ علماء اہلسنت کی میڈیا پر نمائندگی کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں، جمعیت علماء پاکستان کراچی نے باقاعدہ دفتری نظام اور شعبہ نشر و اشاعت قائم کر کے رابطوں کو پختہ کیا ہے

12 ربیع الاول کے ساتھ ساتھ سندھ 11 ربیع الاول کو چھٹی منظور کروائی، اہلسنت کے تمام طبقے مثلاً اے ٹی آئی، سنی تحریک، اے این آئی، دعوت اسلامی، مدارس، مساجد، دارالعلوموں، سیاسی، مذہبی جماعتوں اور سنی قائدین کے ساتھ بھرپور ورکنگ ریلیشن شپ قائم کر کے محبت کو فروغ دینے کے لیے قدم بڑھائے یہی وجہ ہے کہ کراچی میں اہلسنت ہی نہیں بلکہ کسی بھی مذہبی معاملے کا جے یو پی کے بغیر آگے بڑھنا اور کامیاب ہونا ناممکن ہے

جے یو پی کراچی یہ بھی طرہ امتیاز رہا ہے کہ موجودہ عہدیداران اور نوجوان قیادت نے علماء کرام کی قیادت میں کراچی شہر میں امریکی ایجنسیوں، دہشت گردوں، بھتہ خوروں اور نسل پرستوں کو للکارا ہے اور ان متحرک عہدیداران نے جے یو پی کو تنظیمی اعتبار سے سرگرم رکھا ہے اور عین اصول نورانی وفکر نورانی کے تحت مشن نورانی کو جاری و ساری رکھا ہے اور ہر جگہ ہر تقریر میں امام شاہ احمد نورانی کے کلمہ جرات ادا کر کے اُن کی یاد تازہ کر رہے ہیں یہی نہیں جب موجودہ پی پی کی حکومت میں آصف زرداری نے ایم کیو ایم سے اتحاد کرنے کی بات کی تو جے یو پی کراچی کے ناظم اعلیٰ شبیر ابو طالب نے پھر آواز حق بلند کی اور ایم کیو ایم کے جرائم اور کارکردگی پر مشتمل تفصیلی خط آصف زرداری کو لکھا اور اسے عوامی طور پر اخبارات میں بھی شایع کیا جس میں پی پی کو ایم کیو ایم سے مفاہمت نہ کرنے کا مشورہ دیا اور یہ ایک اہم دستاویز بن گئی ہے جو وقت آنے پر اپنی افادیت ظاہر کر گئی۔

جمعیت علماء پاکستان نے کراچی اور سندھ سمیت پورے ملک میں مفاد پرستوں اور درباری مولویوں کے خلاف سُنّتِ نورانی ادا کرتے ہوئے جس طرح سے کلمۂ حق بلند کیا ہے وہ صرف ''محافظین فکر نورانی'' کا ہی کمال ہو سکتا تھا جے یو پی کی موجودہ قیادت، علماء عہدیداران بالخصوص نوجوان قیادت نے جس بہادری کے ساتھ اس پر فتن دور میں خطرات کے باوجود سینہ سپر ہو کر اس کار خیر اور اس کارواں کو جاری اور رواں دواں رکھا ہے وہ قابل صد تحسین ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہی حضرات مشن نورانی کے امین اور حقیقی وارث ہیں تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ عشق رسول ﷺ، اولیاء سے محبت، اکابرین اہلسنت کی پیروی اور امام نورانی سے عقیدت کا دعویٰ کرنے والے تو بہت ہیں لیکن ظالم و جابر اور آمروں کے سامنے صدائے حق بلند کرتے ہوئے میدان عمل میں نکلنے کے لیے کوئی نہیں ہیں بلکہ جو قربانی کا جذبہ رکھتے ہیں ان کی راہ میں بھی کانٹے بچھا رہے ہیں۔ چونکہ جمعیت کے موجودہ عہدیداران تمام معاملات پر پچھلے پانچ سالوں سے اسی پالیسی عمل پیرا ہیں جو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی دی ہوئی ہے۔ اسی لیے مشقت اور جدوجہد سے بھاگنے والوں کے لیے یہ اضطراب، پریشانی اور بے چینی کا باعث ہے۔ جے یو پی کے قیام کو 60 سال اور امام نورانی رحلت کو 4 سال سے زائد گزر جانے کے باوجود آج جمعیت میں جمہوری انداز میں انتخابات ہوتے ہیں اور کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ امام نورانی کے زمانے میں ان کے بعد جے یو پی کے عہدوں پر غیر جمہوری انداز میں لوگوں کو مسلط کیا گیا چند حاسدین نے امام نورانی بھی عہدے سے بھی چمٹے رہنے کا الزام لگایا (معاذ اللہ) اور آج بھی موجودہ قیادت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے حالانکہ موجودہ صدر صاحبزادہ شاہ انس نورانی صاحبزادہ ابو الخیر محمد زبیر اور قاری محمد زوار بہادر 100 سے زائد اراکین شوریٰ کی تجویز اور تائید کنندگان کے دستخط سے کیے گئے انتخابات میں منتخب ہوئے جس چیف الیکشن کمشنر راقم الحروف تھا جبکہ اسی طرح سندھ و کراچی کے انتخابات بھی اکابرین اور معزز علماء کرام کی سرپرستی میں ہوئے ہیں جے یو پی کراچی کے موجودہ صدر مفتی محمد غوث صابری 103 میں 70 سینئر نائب صدر حلیم خان غوری 103 میں سے 67 اور ناظم اعلیٰ شبیر ابو طالب 103 میں سے 99 ووٹ لے کر کامیاب ہوئے جو اس بات کا ثبوت اور نئے آنے والوں کے لیے پیغام ہے کہ جمعیت میں عہدہ حاصل کرنے اور عہدہ سے ہٹانے کے لیے دستوری اور جمہوری طریقوں کے سوا کوئی راستہ نہیں ہیں اور یہ طریقہ امام نورانی نے ہمیں سکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے آج تک جمعیت علماء پاکستان کو شاد و آباد رکھا ہوا ہے ورنہ دشمنوں اور نادان دوستوں نے اسے ختم کرنے کی سعی رایگاں بہت کی مگر پروفیسر شاہ فرید الحق، علامہ حسن حقانی، صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی صدیقی، صاحبزادہ پیر عتیق الرحمٰن فیض پوری، صاحبزادہ ابو الخیر محمد زبیر، پیر عبد الخالق بھرچونڈی شریف، مفتی محمد ابراہیم قادری، مفتی محمد جان نعیمی، قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی، مولانا اقبال احمد اظہری، علامہ شبیر احمد ہاشمی کی قیادت میں جمعیت کے تمام کارکنان، علماء، غیر علماء، بزرگ، جوان اور طلباء نے محافظین نورانی کا صحیح معنوں میں حق ادا کر کے اس جماعت کی حفاظت کی ہے اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ اور انہی اکابرین سے مشاورت اور نیاز مندانہ رابطوں سے کام کو آگے بڑھا رہا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ والوں کی رفاقت اور قیادت نصیب ہوتی ہے اور بدقسمت ہیں وہ لوگ جنہیں یا تو ایسی رفاقت اور قیادت

(بقیہ صفحہ 32)

قافلہ سخت جاں رواں دواں، رواں دواں

جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی شوریٰ و عاملہ کے فیصلے کے مطابق جمعیت کے صوبائی انتخابات درج ذیل پروگرام جس کے مطابق صوبہ سندھ کے انتخابات جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہ کراچی میں علامہ جمیل احمد نعیمی، محمد صدیق راٹھور ایڈووکیٹ اور سلیم الدین قریشی ایڈووکیٹ کی زیر نگرانی منعقد ہوئے ان انتخابات میں اراکین سندھ نے مفتی محمد ابراہیم قادری (سکھر) کو صوبہ سندھ کا صدر مولانا جان محمد جت (بدین) کو نائب صدر اول اور ہاشم صدیقی ایڈووکیٹ کو صوبائی جنرل سیکریٹری منتخب کیا۔

صوبہ پنجاب کے انتخابات دارالعلوم غوثیہ رضویہ گلبرگ لاہور میں زیر نگرانی مفتی ہدایت اللہ پسروری، ڈاکٹر جاوید اعوان اور شہزاد رفیق باجوہ ایڈووکیٹ منعقد ہوئے جس میں نتائج کے مطابق علامہ محمد اقبال اظہری (ملتان) جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے صدر، حضرت صاحبزادہ حسنین فاروق آف چورہ شریف نائب صدر اول اور ڈاکٹر محمد جاوید اختر (فیصل آباد) پنجاب کے جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے۔

صوبہ سرحد کے انتخابات میں اراکین سرحد نے صدارت کیلئے حضرت شیخ الحدیث علامہ فضل سبحان قادری (مردان) نائب صدر اول ڈاکٹر ممتاز ہاشمی (ہری پور) اور جنرل سیکریٹری فیاض خان (مردان) کو منتخب کیا۔ ان انتخابات کی نگرانی خلیفہ جہانزیب قادری مرکزی نائب صدر جمعیت علماء پاکستان نے فرمائی۔

صوبہ بلوچستان کے انتخابات 5 مئی بروز پیر بمقام جامعہ نوریہ رضویہ کوئٹہ میں زیر نگرانی علامہ مفتی حبیب احمد نقشبندی، علامہ غلام محمد قاسمی اور انجینئر شارق اطہر اشرفی چیئرمین انجمن نوجوانان اسلام منعقد ہوئے۔ اور اراکین صوبہ بلوچستان نے کثرت رائے سے مولانا عبدالقدوس ساسولی (کوئٹہ) کو ایک بار پھر صوبائی صدر، علامہ سید شجاع الحق قادری (خضدار) نائب صدر اول اور مولانا عبدالمجید جنگ (اوستہ محمد) کو صوبائی سیکریٹری منتخب کیا ہے

نو منتخب قائدین جمعیت نے تقریب حلف وفاداری سے خطاب کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے اپنی بھرپور صلاحیتوں کا استعمال کریں گے اور جمعیت علماء پاکستان کے جھنڈے کو ہر قیمت پر سربلند رکھیں گے انہوں نے کہا علامہ شاہ احمد نورانی کی زندگی اور ان کی جدوجہد ہمارے لئے مشعل راہ ہے موجودہ دور میں جب کہ لادینی سیاست اور مفادات کی سیاست اپنے عروج پر ہے اور امریکا نے پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے ہماری جدوجہد پاکستان میں اسلامی تہذیب وتمدن کے تحفظ دین کی بالادستی اور عشق مصطفیٰ ﷺ کے فروغ کے لئے جاری رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ غلامی رسول ہماری پہچان ہے اور ہم برادری ازم، قوم پرستی، تعصب لسانیت اور فرقہ پرستی کے بتوں کو پاش پاش کرکے دم لیں گے۔

مردان خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر اس کا دلی نہ بخارا نہ سمرقند

بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے (الحدیث)

ہم اہلسنّت کے مقبول ترین جریدہ اُفق کے اجراء پر مدیر اعلیٰ اُفق السید عقیل انجم اور ان کی ادارتی ٹیم کو دلی کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور امید ظاہر کرتے ہیں کہ یہ مؤقر جریدہ اپنی تابندہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے حرمت قلم کا تحفظ کرتے ہوئے کلمہ حق بلند کرتا رہے گا۔

دیار فرنگ میں داعی عشق مصطفیٰ

علامہ حافظ محمد بشیر چشتی

خطیب مرکزی جامع مسجد ویک فیلڈ۔ برطانیہ

004401924384280

سید نصیر الدین نصیر اوران کی شاعری

بقول احمد ندیم قاسمی ،سید نصیر الدین نصیر اردو اور فارسی کے ایک نوجوان شاعر ہیں اور دونوں زبانوں میں آپ کی سخن وری نے پورے ملک میں دھوم مچا رکھی ہے اس دھوم کا سبب صرف یہ نہیں ہے کہ سید صاحب گولڑہ شریف کے اس آستانہ عالیہ سے متعلق ہے۔جس کا ایک دنیا احترام کرتی ہے بلکہ اس کا ایک سبب ان کا پاکیزہ اور اعلیٰ ذوق شاعری بھی ہے۔

اور جناب رئیس امروہوی رقمطراز ہیں کہ بے شک مبداء فیض اور تجلی فیاض کے فیضان کے بغیر شعر نہیں کہے جاسکتے اور صدا فیض ہی سے صدائے غیب پیدا ہوتی ہے اور صریر خامہ نوائے سروش ،بن جاتا ہے۔

کلام نصیر کی خوبی یہ ہے کہ وہ بلیغ ہے ،تہہ دار ہے اور واضح ہے وہ صفائی سے محسوس کرتے ہیں اسی دلبرائی سے بیان کی قدرت بھی رکھتے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں

جان پیاری تھی مگر جاں سے پیارے تم تھے
جو کہا تم نے وہ مانا گیا ٹالا نہ گیا
صرف ایک بار نظر بھر کے انہیں دیکھا تھا
زندگی بھر مری آنکھوں سے اجالا نہ گیا

محاوروں کے برمحل استعمال نے شعر کی برجستگی میں اور اضافہ کردیا ہے

دل تمہاری طرف سے صاف کیا
جاؤ ہم نے تمہیں معاف کیا
جان کر ان سے بے رخی برتی
ہم نے اپنا حساب صاف کیا

بلاشبہ پیر سید نصیر الدین نصیر کو فقیری میں تاجداری میسر ہے عجب بات ہے کہ کسی زمانے میں خدا مست درویشوں کے حجرے اور حق پرست بزرگوں کی خانقاہیں ،شعر وسخن بذلہ سنجی و بذلہ طرازی ،تخئیل آفرینی اور معنی پژوہی کے مدرسے سمجھے جاتے تھے۔ مولانا روم سے لے کر حضرت مرزا عبدالقادر بیدل تک عرفاء کا ایک طویل سلسلہ ہے جس نے شاعری کو چار چاند لگا دیے اور شعر کے پردے میں وہ نکات و رموز بیان کئے کہ ان کی تفسیر کے لئے دفتر کے دفتر ناکافی ہیں لیکن آج بالعموم ہم یہ بات نہیں پاتے۔ خانقاہوں کی روحانی و عملی پژمردگی کے اس افسردہ کن عالم میں صاحبزادہ موصوف کی ذات گراں مایہ سلامت رہے کہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں کو اپنے جواہر فکر وتخئیل سے ثروت مند بنا رہے ہیں ان کی شاعری تازہ بیانی تخئیل کی طرفگی جذبات کی نفاست اور احساسات کی لطافت کے سبب ایک مقبول ودل پسند طرز سخن ہے۔

غزل

محبت میں ہماری اشک فشانی نہیں جاتی
بھری برسات ہے دریا کی طغیانی نہیں جاتی
مصیبت ٹل نہیں سکتی پریشانی نہیں جاتی
کسی کی بھی نصیحت عشق میں مانی نہیں جاتی
جو کل تک دیر تھا ہم نے اسے کعبہ بنا ڈالا
مگر اس پر بھی اپنی کفر سامانی نہیں جاتی
تمہارا آستاں ہے اب ہماری آخری منزل
کسی بھی در کی ہم سے خاک اب چھانی نہیں جاتی
قیامت ہے تمہارا بن سنور کر سامنے آنا
مرا کیا ذکر ،آئینے کی حیرانی نہیں جاتی
وہی خود داریاں ہیں ،تمکنت ہے ،بے نیازی ہے
فقیری میں بھی اپنی شان سلطانی نہیں جاتی
تیری رنجش ہو ،تیری بے رخی ہو ،بدگمانی ہو
بڑی مشکل سے جاتی ہے ،بہ آسانی نہیں جاتی
جنون شوق سے جو بستیاں آباد ہوتی ہیں
بہاریں لاکھ آئیں ،انکی ویرانی نہیں جاتی
محبت تو نصیرؔ ایسا طلاطم خیز دریا ہے
سفینے غرق ہو جاتے ہیں ،طغیانی نہیں جاتی

چشم ما روشن دل ماشاد

علامہ شبیر احمد ہاشمی کی رہائی

جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی نائب صدر ۔ رئیس التحریر اور ممتاز عالم دین علامہ شبیر احمد ہاشمی 13 ماہ طویل قید وبند کی صعوبتوں کے بعد 12 مارچ میں ضمانت پر رہا ہوگئے سال گزشتہ جب سابقہ حکومت نے امریکا کے اشارے پر حدود آرڈیننس میں تبدیلی کی تو ضلع قصور میں اس کے خلاف علامہ شبیر ہاشمی نے رائے عامہ کو منظم کرنے کیلئے پچاس سے زائد عوامی جلسوں کا انعقاد کیا۔ اور اپنے خطابات کے ذریعہ لوگوں میں حدود اللہ کی اہمیت اور ان میں کی جانی والی ترمیمات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مادر پدر آزادی سے لوگوں کو روشناس کرایا۔ اسی تحریک کے دوران کنگن پور میں کی جانے والی آپ کی تقریر پر آپ پر حکومت نے دہشت گردی ایکٹ کے تحت جھوٹا مقدمہ قائم کیا۔ اور 17 جنوری 2007 کو پابند سلاسل کرلیا اس دوران آپ کی ضمانت کی تمام کوششوں کو حکومت نے کامیاب نہ ہونے دیا۔ دوران قید علامہ ہاشمی نے اپنے بہت سا تحریری نامکمل کام بھی مکمل کیا اور انتہائی استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پسر شبیر اور امام نورانی کے فداکار ہونے کا حق ادا کیا۔ آپ رہائی سے اہلسنت کے تمام طبقات میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ۔ ماہنامہ افق کی ادارتی ٹیم نے صدر مجلس مشاورت علامہ جمیل احمد نعیمی کی قیادت میں پتوکی جاکر علامہ شبیر احمد ہاشمی کی رہائی پر مبارکباد پیش کی اور دوران حراست آپ کی استقامت پر ہدیہ تبریک پیش کیا۔

اقبالیات

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا ،گیا دور گراں خوابی
عروق مردہ مشرق میں خون زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی
مسلماں کو مسلماں کردیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہوئے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کردے
چمن کے ذرے ذرے کو شہید جستجو کردے

سید نصیر الدین نصیرؔ اور ان کی شاعری

بقول احمد ندیم قاسمی، سید نصیر الدین نصیرؔ اردو اور فارسی کے ایک نوجوان شاعر ہیں اور دونوں زبانوں میں آپ کی سخن وری نے پورے ملک میں دھوم مچا رکھی ہے اس دھوم کا سبب صرف یہ نہیں ہے کہ کہ سید صاحب گولڑہ شریف کے اس آستانہ عالیہ سے متعلق ہے جس کا ایک دنیا احترام کرتی ہے بلکہ اس کا ایک سبب ان کا پاکیزہ اور اعلیٰ ذوق شاعری بھی ہے۔

اور جناب رئیس امروہوی رقمطراز ہیں کہ بے شک مبداء فیض اور تجلی فیاض کے فیضان کے بغیر شعر نہیں کہے جا سکتے اور صدا فیض ہی سے صدائے غیب پیدا ہوتی ہے اور صریر خامہ نوائے سروش بن جاتا ہے۔

کلام نصیرؔ کی خوبی یہ ہے کہ وہ بلیغ ہے، تہہ دار ہے اور واضح ہے وہ صفائی سے محسوس کرتے ہیں اسی دلبرائی سے بیان کی قدرت بھی رکھتے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں

جان پیاری تھی مگر جاں سے پیارے تم تھے
جو کہا تم نے وہ مانا گیا ٹالا نہ گیا
صرف ایک بار نظر بھر کے انہیں دیکھا تھا
زندگی بھر مری آنکھوں سے اجالا نہ گیا

محاوروں کے برمحل استعمال نے شعر کی برجستگی میں اور اضافہ کر دیا ہے

دل تمہاری طرف سے صاف کیا
جاؤ ہم نے تمہیں معاف کیا
جان کر ان سے بے رخی برتی
ہم نے اپنا حساب صاف کیا

بلاشبہ پیر سید نصیر الدین نصیرؔ کو فقیری میں تاجداری میسر ہے عجب بات ہے کہ کسی زمانے میں خدا مست درویشوں کے حجرے اور حق پرست بزرگوں کی خانقاہیں، شعر و سخن نکتہ گی و بذلہ طرازی، تخیل آفرینی اور معنی پژوہی کے مدرسے سمجھے جاتے تھے۔ مولانا روم سے لے کر حضرت مرزا عبدالقادر بیدل تک عرفاء کا ایک طویل سلسلہ ہے جس نے شاعری کو چار چاند لگا دیئے اور شعر کے پردے میں وہ نکات و رموز بیان کئے کہ ان کی تفسیر کے لئے دفتر کے دفتر ناکافی ہیں لیکن آج بالعموم ہم یہ بات نہیں پاتے۔ خانقاہوں کی روحانی و عملی پژمردگی کے اس افسردہ کن عالم میں صاحبزادہ موصوف کی ذات گراں مایہ سلامت رہے کہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں کو اپنے جواہر فکر و تخیل سے ثروت مند بنا رہے ہیں ان کی شاعری تازہ و بیانی تخیل کی طرفگی جذبات کی نفاست اور احساسات کی لطافت کے سبب ایک مقبول و دل پسند طرز سخن ہے۔

غزل

محبت میں ہماری اشک فشانی نہیں جاتی
بھری برسات ہے دریا کی طغیانی نہیں جاتی
مصیبت ٹل نہیں سکتی پریشانی نہیں جاتی
کسی کی بھی نصیحت عشق میں مانی نہیں جاتی
جو کل تک دیر تھا ہم نے اسے کعبہ بنا ڈالا
مگر اس پر بھی اپنی کفر سامانی نہیں جاتی
تمہارا آستاں ہے اب ہماری آخری منزل
کسی بھی در کی ہم سے خاک اب چھانی نہیں جاتی
قیامت ہے تمہارا بن سنور کر سامنے آنا
مرا کیا ذکر، آئینے کی حیرانی نہیں جاتی
وہی خودداریاں ہیں، تمکنت ہے، بے نیازی ہے
فقیری میں بھی اپنی شان سلطانی نہیں جاتی
تیری رنجش ہو، تیری بے رخی ہو، بدگمانی ہو
بڑی مشکل سے جاتی ہے، یہ آسانی نہیں جاتی
جنون شوق سے جو بستیاں آباد ہوتی ہیں
بہاریں لاکھ آئیں، انکی ویرانی نہیں جاتی
محبت تو نصیرؔ ایسا تلاطم خیز دریا ہے
سفینے غرق ہو جاتے ہیں، طغیانی نہیں جاتی

چشم ما روشن دل ماشاد

علامہ شبیر احمد ہاشمی کی رہائی

جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی نائب صدر، رئیس التحریر اور ممتاز عالم دین علامہ شبیر احمد ہاشمی 13 ماہ طویل قید و بند کی صعوبتوں کے بعد 12 مارچ میں ضمانت پر رہا ہو گئے سال گزشتہ جب سابقہ حکومت نے امریکا کے اشارے پر حدود آرڈیننس میں تبدیلی کی تو ضلع قصور میں اس کے خلاف علامہ شبیر ہاشمی نے رائے عامہ کو منظم کرنے کیلئے پچاس سے زائد عوامی جلسوں کا انعقاد کیا۔ اور اپنے خطابات کے ذریعہ لوگوں میں حدود اللہ کی اہمیت اور ان میں کی جانی والی ترمیمات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مادر پدر آزادی سے لوگوں کو روشناس کرایا۔ اسی تحریک کے دوران کنگن پور میں کی جانے والی آپ کی تقریر پر آپ پر حکومت نے دہشت گردی ایکٹ کے تحت جھوٹا مقدمہ قائم کیا۔ اور 17 جنوری 2007 کو پابند سلاسل کر لیا اس دوران آپ کی ضمانت کی تمام کوششوں کو حکومت نے کامیاب نہ ہونے دیا۔ دوران قید علامہ ہاشمی نے اپنے بہت سا تحریری نامکمل کام بھی مکمل کیا اور انتہائی استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پسر شبیر اور امام نورانی کے فدا کار ہونے کا حق ادا کیا۔ آپ رہائی سے اہلسنت کے تمام طبقات میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ماہنامہ افق کی ادارتی ٹیم نے صدر مجلس مشاورت علامہ جمیل احمد نعیمی کی قیادت میں چونگی جا کر علامہ شبیر احمد ہاشمی کی رہائی پر مبارکباد پیش کی اور دوران حراست آپ کی استقامت پر ہدیہ تبریک پیش کیا۔

اقبالیات

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
اُفق سے آفتاب ابھرا، گیا دور گراں خوابی
عروق مردہ مشرق میں خون زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی
مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہوئے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرے ذرے کو شہید جستجو کر دے

قدرت کا ایک انمول تحفہ

شہد

اُم جویریہ

آج کے جدید دور میں جبکہ میڈیکل سائنس اپنے عروج پر نظر آتی ہے جڑی بوٹیوں سے علاج ایک فیشن کے طور پر ابھرا ہے۔ حالانکہ اہل مشرق زمانہ قدیم سے انہی جڑی بوٹیوں سے استفادہ کرتے تھے۔ خاص طور پر چند قدرتی بوٹیاں ایسی ہیں جن کے بارے میں ہمارے پیارے نبی ﷺ نے تاکید فرمائی مثلاً شہد، کلونجی، جو وغیرہ مختلف احادیث مبارکہ میں ان چیزوں سے علاج کرنے کی روایات ملتی ہیں ان تمام اشیاء میں شہد سرفہرست ہے۔ احادیث نبویؐ میں جا بجا شہد کا ذکر ملتا ہے خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں شہد کی مکھی پر ایک مکمل سورۃ نازل فرمائی۔ سورۃ نحل جس میں شہد اور اس کی مکھیوں کے بارے میں تفاصیل درج ہیں جن سے ہم جان سکتے ہیں کہ شہد انسانی صحت کے لئے کس قدر مفید ہے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا "جو شخص مہینہ میں کم از کم تین دن صبح و شام شہد استعمال کرے اس کو پورے مہینے کوئی بڑی بیماری نہ ہوگی۔

شہد سے شفا حاصل کرنے کے بارے میں قرآن شریف میں متعدد بار ذکر آیا ہے اور آپؐ کے فرمان نے اس کی مختلف صورتوں میں تصدیق کی ہے۔

حدیث مبارکہ ہے

"آپ کے پاس ایک صحابیؓ آئے اور کہا میرے پیٹ میں درد ہے اور بدہضمی کی شکایت ہے آپؐ نے فرمایا شہد استعمال کرو انہوں نے استعمال کیا تو تکلیف بڑھ گئی آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا شہد استعمال کرو پھر انہوں نے استعمال کیا تو تکلیف مزید بڑھ گئی وہ پھر آپؐ کے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا شہد سچا ہے اور تمہارا پیٹ جھوٹا ہے لہٰذا تم شہد ہی استعمال کرو۔ لہٰذا پھر انہوں نے شہد استعمال کیا اور انہیں فائدہ ہوا اور تکلیف سے نجات مل گئی۔"

ہمارے پیارے نبی ﷺ صبح نہار منہ، پھر عصر اور مغرب کے درمیان خالی پیٹ تازہ پانی میں شہد حل کر کے استعمال کرتے تھے۔

شہد آسانی سے ہضم ہو جانے والے کاربوہائیڈریٹس کی ایک عمدہ صورت ہے۔ یہ براہ راست خون میں شامل ہو کر فوری توانائی فراہم کرتا ہے۔ شہد کمزور ہاضمہ والے افراد کا نظام ہضم بہتر بنا کر اسے طاقت فراہم کرتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق شہد میں کسی قسم کا کوئی جراثیم زندہ نہیں رہ سکتا لہٰذا اس کے استعمال سے انسانی جسم کا مدافعتی نظام بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور یہ بیماریوں کے خلاف زبردست قوت مدافعت پیدا کرتا ہے نیم گرم پانی میں ایک چمچ شہد اور آدھے لیموں کا رس ملا کر پینا تیزابیت اور قبض کا بہترین علاج ہے۔ موٹاپے کے علاج کے لئے کچھ عرصہ غذا ترک کر کے اس مشروب کو استعمال کر کے بغیر کمزوری پیدا کئے وزن کم گھٹایا جا سکتا ہے۔ یہ ایک بہترین میٹھی غذا ہے یہ انتڑیوں کی کارکردگی کو بڑھاتا ہے۔ شہد دل کے درد اور تیز دھڑکن کو کنٹرول کرنے میں بہت مفید ہے۔ پھیپھڑوں کو مضبوط کرنے اور اعضائے تنفس کے علاج میں مفید ہے لہسن جلا کر شہد میں ملا کر چاٹنے سے کھانسی اور بلغم میں فائدہ ہوتا ہے کالی مرچ نمک پیس کر شہد میں ملا کر دینے سے کھانسی میں فائدہ ہوتا ہے۔ چند قطرے شہد ناک کے نتھنوں پر رکھنے سے دمے کے مریض کو بے انتہا فائدہ ہوتا ہے اور سانس آرام سے لیا جاتا ہے۔ اس کو روزانہ دانتوں اور مسوڑوں پر لگانے سے دانت صاف و چمکدار ہو جاتے ہیں آنکھوں کی مختلف بیماریوں میں مفید ہے آنکھوں کی بیماریوں میں شہد لگانا اور کھانا بے انتہا مفید ہے ثابت ہوا ہے پرانے زخموں پھوڑوں اور ناسور میں شہد کا استعمال بے انتہا مفید ثابت ہوا ہے۔ یہ درد میں تسکین دیتا ہے۔ جراثیم کش ہے اور زخم جلد بھرتا ہے۔

شہد میں شامل غذا کی اجزء

سو گرام شہد مندرجہ ذیل اشیاء شامل ہیں۔

جدید تحقیقات اور شہد

رطوبت	20.2%
پروٹین	0.3%
کاربوہائیڈریٹس	79.5%
کیلشیم	5mg
فاسفورس	16mg
آئرن	0.1mg
وٹامن سی	4gm
وٹامن بی کمپلیکس	معمولی مقدار
کیلوریز	319Kcal
معدنی اجزاء	0.2%

جدید تحقیق کے مطابق انسانی اعصاب کو فوری توانائی پہنچانے میں شہد سے بہتر دوا کوئی نہیں۔ **پروفیسر اسٹوارٹ** نے لیبارٹری میں ٹپ محرقہ اور پیپ پیدا کرنے والے جراثیم کو مختلف اقسام کے شہد میں ڈالا تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی جراثیم زندہ نہیں رہ سکتا۔ **پروفیسر کرج** کے مطابق دل کے عارضے کے علاج اور تقویت کے لئے شہد سے بہتر نہ دوائی ہے نہ غذا **روسی ماہرین** کے مطابق طویل عمری کے لئے قدرت کا بیش بہا تحفہ ہے کارڈن میں ویلز یونیورسٹی کے محققین نے ثابت کیا ہے کہ شہد مرضیاتی ادویہ کے خلاف مدافعت کرنے والے جراثیم ہلاک کر دیتا ہے۔ **ڈاکٹر آرنلڈ** شہد کو دل کے عارضے کے لئے بہترین غذا قرار دیتا ہے۔ اس کے مطابق زود ہضم اور فوری جزو بدن ہے جس سے دل پر زور نہیں پڑتا۔ وینس کے **ڈاکٹر این زانیس** کے مطابق دوسری جنگ عظیم سے قبل زخموں اور پھوڑوں کا علاج شہد سے کیا گیا تھا۔ لندن کے ایک اسپتال میں ایک مریضہ کو لایا گیا جس کا تقریباً 70 فیصد جسم جل گیا تھا اور ڈاکٹر مایوس تھے۔ کسی کے کہنے پر شہد لگانا شروع کیا حیرت انگیز طور پر اس کے زخم بھرنا شروع ہوئے اور وہ صحت یاب ہو گئی۔ جدید تحقیق کے مطابق شہد 22 سال تک اپنی خصوصیات برقرار رکھتا ہے۔ شہد کی بیش بہا خصوصیات اور فوائد میں سے یہ چند خوبیاں اور علاج ہیں جو مندرجہ ذیل بالا مضمون سے لئے گئے ہیں اس کے فوائد لاتعداد ہیں یوں بھی جس کی تعریف اور فوائد اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے پیارے نبی ﷺ نے فرمائی ہو اس کے بارے میں کچھ بھی کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ لہٰذا قدرت کے اس انمول خزانے کو استعمال کریں اور سنت نبویؐ پر عمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

☆☆☆☆☆☆

عروس البلاد

کراچی میں قادیانیت کی یلغار

قاضی احمد نورانی

قادیانیت اسلام کے خلاف اٹھائے جانے والے فتنوں میں سب سے خطرناک فتنہ ہے، جس کا آغاز مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کی تحصیل بٹالہ کے گاؤں قادیان کے ایک جاگیردار کے بیٹے مرزا غلام احمد قادیانی سے ہوا۔ مرزا غلام احمد جب سیالکوٹ کی کچہری میں بطور کلرک کام کر رہا تھا اسی دوران انگریزوں کی نگاہ انتخاب مرزا غلام احمد پر پڑی اور انہوں نے اس کے ذریعہ جھوٹی نبوت کا بیج بویا۔ خود بقول مرزا صاحب قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا جو اب مسلم دشمنی میں ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ پاکستان ابتداء سے ہی اس ارتدادی فتنے کی سازشوں کا شکار رہا ہے اور انگریزوں کی ایماء پر پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان کو بنایا گیا اور پنجاب کے پہلے انگریز گورنر کی ایماء پر قادیانیوں کو مغربی پنجاب کے ضلع جھنگ میں چنیوٹ کے پڑوس میں ایک مرکز چناب نگر کی صورت میں میسر آ گیا اس مرکز میں بیٹھ کر قادیانی سربراہوں اور ان کی ذریت نے پاکستان کے خلاف بہت سی سازشیں کیں عصبیت کو فروغ دیا جس کا نتیجہ ہمیں سقوط ڈھاکہ کی صورت میں دیکھنا پڑا۔

1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور اس قرارداد کو پیش کرنے کا شرف اللہ نے قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کو عطا فرمایا۔

حضرت قائد اہلسنت نے ہمیشہ پاکستانی عوام کو قادیانی سازشوں سے ہوشیار کرتے رہے اور آپ کی جہادی زندگی کے اولین اہداف میں قادیانیت شامل رہی۔ جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت کا آغاز ہوتے ہی جہاں روشن خیالی اور آزاد خیالی کا طوفان بدتمیزی برپا ہوا وہیں روشن خیالی کے حامل اور مغربی فکر کو میڈیا کی سرپرستی میسر آگئی وہیں قادیانیت جو کہ عرصہ دراز سے اپنے آپ کو محصور کئے ہوئے تھے انہیں بھی آزادی نصیب ہوئی اور انہوں نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔

جس کے مقابل علماء نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود ہر محاذ پر ان کا مقابلہ کیا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا

مرزا طاہر کے آنجہانی ہونے کے بعد سے مرزا مسرور نے قادیانی خلافت کی کرسی کو سنبھالا ہے قادیانی مبلغین کی سرگرمیوں میں بہت تیزی آ گئی ہے اور عروس البلاد کراچی کو مرزائی مبلغین نے اپنی ارتدادی سرگرمیوں کا ہدف بنایا ہے۔

ہماری مصدقہ ذرائع کے مطابق کراچی میں ماڈل کالونی، کراچی کے دوسرے کنارے پر واقع نیول کالونی، کورنگی کریک میں واقع ابراہیم حیدری اور اس کے گردو پیش میں واقع قدیمی گوٹھ، کورنگی بلال کالونی، گلزار کالونی، ریڑھی گوٹھ، مچھر کالونی، میٹرو ول تھرڈ، گلشن حدید، اسٹیل ٹاؤن، الفلاح سوسائٹی اور محمود آباد اور دیگر علاقے مرزائی یلغار کا شکار ہیں۔

اس تمام نیٹ ورک کو جہلم سے تعلق رکھنے والا آفتاب احمد نامی ایک مرزائی مربی چلا رہا ہے جو کہ ایک ٹرانسپورٹر ہے اور امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتا ہے اس شخص نے پی ای سی ایچ ایس سوسائٹی خالد بن ولید روڈ پر واقع ایک اسکول میں اپنا مرکز قائم کر رکھا ہے جبکہ ڈیفنس میں واقع مرکز سے بھی ان منصوبوں کی نگرانی کی جاتی ہے۔ تازہ ترین اطلاعات مطابق مرزائی مرد اور نوجوان لڑکیاں گوٹھوں کا دورہ کر کے وہاں پر طبی کیمپوں کا اہتمام کرتے ہیں اور آنے والے مریضوں کو مفت طبی سہولیات دوائیں اور راشن تقسیم کرتے ہیں اور جب مریضوں کی کمزوری اور غربت کے بارے میں انہیں معلومات حاصل ہو جاتی ہے تو انہیں اپنے مراکز پر بلا کر مزید لالچ دیتے ہیں کہ انہیں وہاں راشن دیا جائے گا۔ نوجوانوں کو مغربی ممالک میں امیگریشن کا لالچ دیا جاتا ہے اور ایک معروف قادیانی کوریئر سروس OCS میں فوری نوکری کی آفر کی جاتی ہے یورپ کی نیشنلٹی کی حامل لڑکیوں سے شادی کا آسرا دے کر انہیں ارتداد کی دعوت دی جاتی ہے اور قادیانی چینل پر نشر ہونے والے خطابات اور تبلیغی پروگراموں میں شریک کیا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ انہیں اختلافات کی کہانیاں سنا کر علماء سے برگشتہ کرتے ہیں اور مختلف عقائد کے بارے میں شک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔

اور اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں اور "بیعت فارم" پر دستخط کرواتے ہیں ان علاقوں میں جماعت احمدیہ کا مسلک نامی کتابچہ بڑی تعداد میں تقسیم کیا جا رہا ہے کورنگی کے علاوہ بلال کالونی اور گلزار کالونی میں بھی قادیانی نیٹ ورک موجود ہے جہاں بنگالی اور پاکستانیوں، پنجابی اور سندھی غریب مزدوروں میں قادیانیت کی تبلیغ کی جا رہی ہے اور اس تمام نیٹ ورک کو کورنگی ۶ زمان ٹاؤن کے قادیانی مرکز سے Oprate کیا جاتا ہے اطلاعات کے مطابق ابھی تک سینکڑوں نوجوانوں کو بے روزگاری اور غربت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں مرتد بنایا جا چکا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں یہ ایک المیہ ہے کہ مسلمانوں کو مرتد بنایا جا رہا ہے اور نوجوانوں کی بے روزگاری اور کم علمی سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور جب سے کراچی کو ایک تنظیم نے یرغمال بنایا ہے اور مذہبی جماعتوں کے کارکنان اور دینی ذہن رکھنے والے افراد کو دبایا گیا ہے قادیانیت کو فعال ہونے کا موقع ملا ہے المیہ ہے کہ اگر شہر کراچی میں کروڑوں عاشقان مصطفی ﷺ کی موجودگی میں ختمی مرتبت کے دشمن قادیانی اس طرح فعال رہے اور اہل ایمان کو گمراہ کرتے رہے تو ہم میدان حشر میں شافع یوم جزا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ کیا ارباب اختیار کی بالخصوص اور تمام مسلمانوں کی بالعموم یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ قادیانی سازشوں پر نگاہ رکھیں اور ان کے مذموم پروپیگنڈے کو ہمیشہ کیلئے دفن کرنے کی بھرپور سعی کریں علماء کرام محراب و منبر سے عوام الناس کو قادیانی سازشوں سے آگاہ کریں اور ان کے فتنے کا شکار ہونے سے سادہ لوح مسلمانوں کو بچائیں۔ کراچی کی قیادت کے دعویدار بھی اپنی ایمانی حرارت کا اظہار کریں اور قادیانی سازشوں کو لگام دیں۔

ایک نیا کھیل

آج کل مساجد اور مدارس آ کر کچھ لوگ ایک نیا ناٹک رچا رہے ہیں کچھ لوگ نماز کے بعد کھڑے ہو کر اعلان کرتے ہیں کہ وہ ماضی میں قادیانی تھے اور اب وہ مرزائیت پر لعنت بھیج کر مسلمان ہو چکے ہیں مگر اس کے پاداش میں قادیانیوں نے انہیں بے روزگار کر دیا ہے بیوی بچے چھین لئے ہیں بے گھر کر دیا ہے، قتل کی دھمکیاں مل رہی ہیں پھر وہ لوگ مالی تعاون جمع کرتے ہیں۔

جب تحقیق کی گئی تو پتہ چلا ان میں سے اکثر لوگ جھوٹے نکلتے ہیں مال اکٹھا کرنے کیلئے یہ ڈھونگ رچاتے ہیں قارئین سے گزارش ہے کہ جب کبھی ایسی کسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑے تو علاقے کے ذمہ دار عالم دین کے ذریعے مکمل تحقیق کر کے امداد کریں۔

12 مئی... عدلیہ کی بحالی امکانات، خدشات؟

ابوحنظلہ قادری

> 18 فروری 2008ء کو ووٹ کی طاقت کے ذریعے سابقہ حکومت کے آمرانہ اقدامات کے خلاف اپنے ضمیر کا تاریخ ساز فیصلہ دے کر پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کو اپنا عوامی مینڈیٹ دے دیا، جسے تمام سیاسی تجزیہ کاروں نے صدر پرویز مشرف، اُن کی حکومت اور اُن کی پالیسیوں کے خلاف ایک ریفرنڈم کا درجہ دیا۔

3 نومبر 2007ء پاکستان کی تاریخ کے سیاہ دنوں میں سے سب سے زیادہ سیاہ ترین دن تھا جب ملک کے صدر نے بحیثیت چیف آف آرمی اسٹاف دوسری مرتبہ عبوری آئینی حکم (پی سی او) کے ذریعے چیف جسٹس آف پاکستان سمیت ملک کی اعلیٰ عدلیہ کے 60 ججوں کو نہ صرف معزول کیا بلکہ انہیں نظر بند کر کے اپنی طاقت کا اندھا دھند مظاہرہ بھی کیا، اُن کی اس اندھی طاقت کا وکلاء برادری، میڈیا، سیاسی جماعتوں کے کارکنوں اور سول سوسائٹی ارکان مردانہ وار کرتے رہے، عدلیہ کی آزادی کی اس تحریک میں انہوں نے اپنا خون بہایا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، اور 18 فروری 2008ء کو ووٹ کی طاقت کے ذریعے سابقہ حکومت کے آمرانہ اقدامات کے خلاف اپنے ضمیر کا تاریخ ساز فیصلہ دے کر پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کو اپنا عوامی مینڈیٹ دے دیا، جسے تمام سیاسی تجزیہ کاروں نے صدر پرویز مشرف، اُن کی حکومت اور اُن کی پالیسیوں کے خلاف ایک ریفرنڈم کا درجہ دیا، ملک کے تمام اخبارات اور نیوز چینلز بالاتفاق اس حقیقت کا اعتراف کرتے رہے کہ انتخابات کے ذریعے پاکستان کے 82% فیصد عوام نے صدر پرویز مشرف کی صدارت اور اُن کا ساتھ دینے کے جرم میں مسلم لیگ (ق) کے صدر سمیت بڑے بڑے برجوں کو الٹ کر رد کر دیا ہے، جس کی وجہ سے قومی اور بین الاقوامی میڈیا بھی صدر کو سنجیدگی سے نوشتہ دیوار پڑھنے کا مشورہ دینے لگا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے گذشتہ کئی کالموں میں 18 فروری کے انتخابات میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کی اس کامیابی کو صدر اور سابقہ حکومت کے خلاف عوام کی فتح اور 24 مارچ کو وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کی جانب سے قومی اسمبلی میں ججوں کی قید و انتقام کے خاتمے کے اعلان کو وکلاء، عوام اور سول سوسائٹی کی ایک سالہ جدوجہد کو کامیابی کی جانب پہلا مرحلہ قرار دیا تھا، لیکن اس ساتھ ہی ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ ''نومنتخب وزیراعظم کی جانب سے نظر بند ججوں کی رہائی کا اعلان منزل کی طرف اٹھایا گیا ایک قدم ہے، ابھی 3 نومبر 2007ء سے پہلے کی پوزیشن پر عدلیہ کی بحالی کا اہم ترین مرحلہ باقی ہے، 18 فروری کے انتخابی نتائج، 9 مارچ 2008ء کا اعلان مری اور 24 مارچ کو ججوں کی رہائی نے ایک نئی صبح کے طلوع ہونے کے امکانات ضرور روشن کیے ہیں لیکن حقیقی منزل ابھی دور ہے جو جہد مسلسل اور مزید قربانیوں کی متقاضی ہے'' ہماری یہ بات اُس وقت درست ثابت ہوئی جب اعلان مری میں دیئے گئے وقت کی مدت 30 اپریل 2008ء کو گزر گئی اور معزول ججز کی بحالی کے حوالے سے کوئی عملی پیش رفت سامنے نہ آسکی اور نہ ہی کیے گئے وعدے کے مطابق کوئی قرارداد اس دوران اسمبلی میں پیش کی جاسکی بلکہ دونوں جماعتوں کے درمیان معاملات پر ڈیڈ لاک اس قدر بڑھ گیا کہ ایک مرتبہ پھر میاں نواز شریف اور آصف علی زرداری کو دوبئی میں مذاکرات کا سہارا لینا پڑا، اور بالآخر طویل مذاکرات کے بعد پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں نواز شریف جمعہ کے روز پریس کانفرنس میں ایک بار پھر قوم کو یہ خوشخبری سنانے میں کامیاب ہوئے کہ 3 نومبر کو پی سی او کے تحت معزول کیے جانے والے ججوں کو اعلان مری کی روشنی میں بحال کرنے کیلئے 12 مئی کو قومی اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کرنے پر دونوں پارٹیوں مسلم لیگ (ن) اور پاکستان پیپلز پارٹی میں اتفاق ہوگیا ہے، جس کے بعد اُسی دن ان معزول ججز کی بحالی کا نوٹیفکیشن بھی جاری کر دیا جائے گا، میاں نواز شریف نے اپنی پریس کانفرنس میں کھلے الفاظوں میں اس بات کو تسلیم کیا انہیں پیپلز پارٹی کے بعض مطالبات کے حوالے سے مفاہمتیں کرنا پڑی ہیں اور پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججوں کے بارے میں تحفظات موجود ہونے اور ان کا اظہار کرنے کے باوجود ایک بڑے مقصد کیلئے اپنے موقف کی قربانی دینا پڑی، انہوں نے اپنی پریس کانفرنس میں ایک بار پھر اپنے دیرینہ موقف کا بھی اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ سترھویں ترمیم، نیشنل سیکورٹی کونسل اور صدر کے آمرانہ اختیارات کو ختم کر کے رہیں گے، انہوں نے یہاں تک کہا کہ اگر صدر 58(2)B خاتمے سمیت ہر چیز قبول کرلیں تب بھی وہ انہیں صدر ماننے کیلئے تیار نہیں، دوسری جانب پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری (جو میاں صاحب کے ساتھ پریس کانفرنس میں شریک نہیں تھے) نے بھی کم وبیش اسی موقف کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ ''میں یہ کیسے برداشت کرسکتا ہوں کہ صدر پارلیمنٹ سے بالاتر ہو، انہوں نے کہا ہم جب تک اپنے ارادوں پر قائم ہیں کوئی سازش کامیاب نہیں ہوسکتی''، دونوں اتحادی جماعتوں کے قائدین کی جانب سے اتنے بلند وبانگ دعووں کے باوجود عوام کے ذہنوں سے شکوک وشبہات کے سائے اب تک دور نہیں ہوپائے اور وہ آج بھی یہ سوچ رہے ہیں کہ دونوں بڑی پارٹیاں جب ایک ماہ میں کسی متفقہ فارمولے تک نہیں پہنچ سکیں، تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ آئندہ دس روز میں معزول ججز کی بحالی کی منزل اُس کمیٹی کے ذریعے پہنچ جائیں گے جس کی ہیت ترکیبی کمیٹی میں موجود مختلف الرائے اور وابستگی رکھنے والے افراد اور اُن کے مابین اختلافات کی وجہ سے پہلے ہی متنازعہ ہے، اور اب جبکہ کمیٹی کے ایک اہم رکن اور قانون داں فخرالدین جی ابراہیم کچھ تحفظات کی وجہ سے کمیٹی سے علیحدگی اختیار کرچکے ہیں، کیا ایسی صورت میں یہ کمیٹی عدلیہ کی بحالی کے حوالے وکلاء، عوام اور سول سوسائٹی کی امنگوں اور خواہشات کے مطابق کوئی متفقہ حل تلاش کرسکے گی؟

مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں نواز شریف نے ججوں کی بحالی کی تحریک میں وکلاء، عوام اور سول سوسائٹی کے سیاسی سطح پر عدلیہ کی بحالی کیلئے جتنی کوششیں کیں ہیں اس سے صرف نظر ممکن نہیں، اس حقیقت کے باوجود کہ

پارٹی کی قیادت عدلیہ کی آزادی کی خواہش مند تو ضرور نظر آتی ہے لیکن معزول ججز اور بالخصوص چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی بحالی کے حوالے سے مسلسل کشمکش و پیچ میں بھی مبتلا دکھائی دیتی ہے، اور اس بات کے اشارے بھی ملے ہیں کہ پیپلز پارٹی کی قیادت ججز کی بحالی کے حوالے سے امریکی دباؤ کا بھی شکار نظر آتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ N.R.O کے حوالے سے اُن کے ذاتی تحفظات بھی ہیں، بی، ایم، ڈبلیو ضمانت کیس میں چیف جسٹس افتخار چوہدری سے وابستہ تلخ یادیں اُن سے بھلائی نہیں جا رہی ہیں، ایک طرف موجودہ چیف جسٹس عبدالحمید ڈوگر سے کئے گئے وعدے انہیں معزول عدلیہ کی بحالی سے روک رہے ہیں تو دوسری جانب انہیں سب سے زیادہ صدر سے تصادم کے امکانات بھی ڈرا رہے ہیں، لیکن آصف علی زرداری کے ان تمام خدشات کے باوجود ایک

ایوان صدر 3 نومبر 2007ء کے غیر آئینی اقدامات کا دفاع کرنے کی بھرپور تیاریاں کر رہا ہے، اور کہا جا رہا ہے کہ اگر صدر کو دیوار سے لگانے کی کوشش کی گئی یا اُن کی آئینی مدت کو چیلنج اور اُن کا مواخذہ کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ اس کا بھرپور جواب دیں گے، لیکن اگر انہیں اُن کی آئینی مدت پوری کرنے دی جاتی ہے اور پارلیمنٹ میں اُن کے مواخذے کی تحریک پیش نہیں کی جاتی تو وہ چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری سمیت کسی بھی جج کی بحالی پر انہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

ایسے وقت میں جب کہ مذاکرات کی ناکامی کی خوشی میں ایوان صدر میں خوشیوں کے شادیانے بجائے جا رہے تھے اور مذاکراتی وفد کے ناکام واپس آنے کی خبریں میڈیا پر گردش کر رہی تھیں میاں نواز شریف (جو اپنی تمام تر مصروفیات اور اپنی بیوی کلثوم نواز کے آپریشن کو ملتوی کر کے دبئی گئے تھے) نے اپنی سیاسی بصیرت، مستقل مزاجی اور ججز کی بحالی کی کاز سے کمٹ منٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناکام مذاکرات کو کامیابی کے مرحلے تک لے جا کر فی الوقت اس اتحاد کے شیرازے کو بکھرنے سے بچا لیا، لیکن آنے والے دنوں میں اس اتحاد کا مستقبل اتنا روشن نظر نہیں ہے، ایک جانب باخبر ذرائع یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ایوان صدر 3 نومبر 2007ء کے غیر آئینی اقدامات کا دفاع کرنے کی بھرپور تیاریاں کر رہا ہے، اور کہا جا رہا ہے کہ اگر صدر کو دیوار سے لگانے کی کوشش کی گئی یا اُن کی آئینی مدت کو چیلنج اور اُن کا مواخذہ کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ اس کا بھرپور جواب دیں گے، لیکن اگر انہیں اُن کی آئینی مدت پوری کرنے دی جاتی ہے اور پارلیمنٹ میں اُن کے مواخذے کی تحریک پیش نہیں کی جاتی تو وہ چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری سمیت کسی بھی جج کی بحالی پر انہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا، اور نہ ہی وہ ججوں کی بحالی کی راہ میں کوئی رکاوٹ ڈالیں گے تو دوسری جانب اہل وطن کیلئے یہ اطلاعات بھی یقیناً معنی خیز اور تشویشناک ہیں کہ دبئی مذاکرات کے بعد آصف علی زرداری کی دبئی میں موجود اعلیٰ امریکی عہدیداروں سے ایک اہم ذمہ دار شیخ کے محل میں 4 گھنٹے طویل دورانیے کی بات چیت ہوئی ہے، ایک موقر قومی روزنامے کی خبر کے مطابق امریکیوں نے آصف علی زرداری اور اُن کی جماعت کو پاکستان میں پانچ سال تک اس شرط پر حکومت کرنے کا وقت دینے کا فیصلہ کیا کہ وہ صدر پرویز مشرف کے خلاف کم سے کم اقدامات کرنے کی ضمانت دیں، باخبر ذرائع کے مطابق دبئی کی شخصیت کی وساطت سے اس ملاقات میں بہت سے امور طے پا گئے ہیں اور اندر کی خبر یہ بھی ہے کہ آصف علی زرداری کو نواز شریف کے ساتھ بہت زیادہ کام کرنے سے باز رہنے کو کہا گیا ہے، اسی وجہ سے مسلم لیگ (ق) کی مرکزی قیادت میں تبدیلی لا کر اُسے پیپلز پارٹی کیلئے قابل قبول بنایا جا رہا ہے تاکہ اگر کسی مرحلے پر مسلم لیگ (ن) پیپلز پارٹی کی حکومت سے علیحدگی اختیار کرتی ہے تو مسلم لیگ (ق) کے ذریعے مرکز اور پنجاب میں پیپلز پارٹی کی حکومت کو سہارا دیا جا سکے، ایک طرف تو یہ صورتحال ہے جبکہ دوسری جانب زمینی حقائق آنے والے دنوں میں کچھ اور ہی خطرات کی نشاندہی کر رہے ہیں، مگر ان سب کے باوجود آج بھی وکلاء، عوام اور سول سوسائٹی سمیت معزول ججز اور بالخصوص چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے عزم اور حوصلے اُسی طرح بلند ہیں جس طرح پہلے تھے، انہوں نے ایک بار پھر واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ "میری جنگ ذاتی مفاد کیلئے نہیں قانون اور عدلیہ کی بالادستی کیلئے ہے، وکلاء، 16 کروڑ عوام کی جنگ لڑ رہے ہیں، ہمارا ایجنڈا آئین کی بالادستی ہے ہماری تمام تر توجہ کا مرکز رب العزت کی ذات ہے، غیر آئینی اقدامات کے سامنے سر جھکانے کا تصور نہیں کر سکتے کیونکہ تمام حاکموں کا حاکم رب العزت کی ذات ہے ہمارا سر صرف اپنے رب کے آگے جھکے گا" ایک طرف وکلاء، عوام، سول سوسائٹی، معزول ججز، چیف جسٹس اور میاں نواز شریف کے عزم اور ارادے ہیں تو دوسری جانب پیپلز پارٹی پس پردہ ایوان صدر اور بیرونی عناصر کی حمایت کی وجہ سے گومگوں کی کیفیت میں مبتلا ہے، لہٰذا تمام عوامل، خدشات اور شکوک و شبہات کی روشنی میں دیکھنا یہ ہے کہ 12 مئی کا دن معزول ججز کی بحالی کے حوالے سے قوم کیلئے کیا امکانات لے کر آتا ہے، اور قوم کے سامنے کس کس کو بے نقاب کرتا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں "اقتدار اور اختیار، طاقت اور دولت ملنے کے بعد لوگ بدلتے نہیں بے نقاب ہو جاتے ہیں"۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: مردحق مرد غازی

گیا۔ ابراہیم برق، غلام حیدر بھروانہ اور نذر سلطان کی اسمبلی میں شرمناک داستانوں کے باعث رکنیت ختم کی گئی اور وہیں مولانا نیازی کو پنجاب کا صدر منتخب کیا گیا اور مولانا محمد شریف رضوی کو ناظم اعلیٰ بنایا گیا۔ بعد میں خانیوال کنونشن میں مولانا نورانی مرکزی صدر اور آپ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ دوسرا اجلاس ملتان میں دوبارہ مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہوگئے۔ اس طوفانی دور میں بھٹو کا دور عروج پر اور دور زوال بھی، متحدہ جمہوری محاذ بھی اور قومی اتحاد بھی، مارشل لا بھی اور نام نہاد سول کابینہ بھی۔

مولانا نیازی کا کردار اس درمیان میں بڑا مثالی، قابل فخر اور جمعیت کا سرمایہ افتخار رہا۔ آپ نے صدر جمعیت مولانا شاہ احمد نورانی کا دست بازو بن کر اور مولانا نورانی نے مولانا نیازی کا مخلص ساتھی بن کر محبت و خلوص اور جذبہ دین کی ایسی مثال پیش کی کہ پوری سیاست اس پر حیران ہے کہ مولانا نورانی سراپا "قدوسی وجبروت" اور مولانا نیازی مکمل "جباری وقہاری" لیکن لوگوں نے دیکھا کہ یہ دو قالب ایک جان ہوکر "بنتا ہے مسلمان" کا واضح ثبوت بن گئے۔ جمعیت کے دشمن عناصر کے لئے یہ کھلا چیلنج ہے کہ جمعیت کی قیادت کا مقابلہ وہ پیش نہیں کرسکتے۔ یہ بالغ نظر، معاملہ فہم، دیدہ ور اور محب وطن قیادت صرف جمعیت ہی کو حاصل ہے۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی اس عالم پیری میں بھی پورے ملک میں طوفانی دورے فرمارہے ہیں۔ تنظیم کو ایک مثال بنادیا ہے۔ جمعیت کے موقف سے ملک کے باشعور طبقہ کو آگاہ کیا ہے غرضیکہ مولانا نیازی، جمعیت علمائے پاکستان کا وہ علمی اثاثہ ہیں جس پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے۔ خدا نے بیک وقت دینی و دنیاوی علوم کا پیکر بنایا ہے۔ مغربی مفکرین کی حضور سرور کائنات ﷺ کے متعلق آراء نوک زبان ہیں۔ اقبال کے اشعار پرے باندھے کھڑے ہیں۔ آیات واحادیث، اقوال اکابر کی عربی عبارات اس روانی سے پڑھتے ہیں کہ جو ایک متقدر فاضل ہی پیش کرسکتا ہے اس کے ساتھ بجلی کی گھن گرج تنقید کا جرمانہ اور رعب انداز، استدلال کی قوت ان کی تقریر کا سرمایہ ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کو ملتان سنی کانفرنس میں پیش فرمایا۔ وہ قوم کا نعرہ بن گیا۔ آج پوری قوم حنفیت کا تحفظ فتاویٰ عالمگیری میں سمجھتی ہے۔ یہ مولانا نیازی ہی کی کرامت ہے۔

بقیہ: محمد کی تلوار

پسپائی کے دوران جنم لیا۔ پسپائی کے بعد ان کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ تاریخ کا حصہ ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ جرمن نژاد پوپ بھی دیانتداری سے ماضی کے ان واقعات پر یقین رکھتا ہے۔ کیا ایسا ہے کہ مسیحی دنیا کا راہنما جو عیسائی مذہب کا عالم بھی ہے اس کے اپنے طور پر تاریخ مذاہب کا مطالعہ کرنے کی کوشش نہیں کی؟ پوپ نے برسر عام ایسے الفاظ کیوں کہے؟ اور پھر لمحہ حاضر میں ایسا کیوں کیا؟ ان الفاظ کو بش اور اس کے پرجوش عیسائی حامی صلیبین کے ایماء پر نئے کروسیڈ (صلیبی جنگ) کے پس منظر میں دیکھا جائے تو اس میں نام نہاد اسلامی فسطائیت اور دہشت گردی پر عالمی جنگ کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے جہاں دہشت گردی کو مسلمانوں کے ہم معنی بنادیا گیا ہے۔ بش کے تجارتی حصہ داروں کے لئے مسلمانوں کے تیل کے ذخائر پر قبضے کو جواز فراہم کرنے کی ننگی چٹی کوشش ہے۔ تاریخ میں یہ پہلی بار ایسا نہیں ہوا کہ معاشی مفادات کی عریانی کو مذہبی قبا میں ڈھانپنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پہلی مرتبہ ایسا نہیں کہ ڈاکوؤں کی مہم کو مذہبی صلیبی جنگ کا نام دیا گیا ہے۔ پوپ کی تقریر اسی کوشش کی صورت گری ہے۔ اس کے بھیانک نتائج کیا ہوں گے؟ کون اس کے بارے میں پیش گوئی کرسکتا ہے۔

نصیب نہیں ہوئی یا اگر ہوئی بھی ہے تو ان کی زندگی یا وصال کے بعد ان اللہ کے ولیوں کے مشن کی تکمیل کرنے کے بجائے گھروں میں آرام کررہے ہیں یا پھر سازشوں اور الزام تراشیوں میں مصروف رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے (آمین)

بقیہ: جمعیت علماء پاکستان

کتنے شرم کی بات ہے کہ جو لوگ اس پرآشوب دور میں نبی ﷺ کے جھنڈے کو سربلند رکھنے کے لیے اپنے جان مال، تعلیم ووقت، گھربار، کاروبار غرض کہ ہرطرح کی قربانی دے رہے ہیں ایسے عاشقان نظام مصطفیٰ ﷺ، محبان امام نورانی اور محافظین فکر نورانی کے خلاف الزام تراشی اور کردارکشی کی مہم چلائی جارہی ہے جس کا یہ نورانی مجاہد بھی وہی جواب دیتے ہیں جو علامہ شاہ احمد نورانی اس وقت دیا کرتے جب حاسدین اور نادان دوست ان پر الزام تراشی کیا کرتے تھے آپ فرماتے تھے "جو لوگ مجھ پر الزام لگاتے ہیں ان سے میرا آمنا سامنا میدان حشر میں سرکار دوعالم ﷺ کے سامنے ہوگا اور وہاں الزام لگانے والوں کو ثبوت پیش کرتا ہوں گے" جے یو پی کے اس 60ویں یوم تاسیس پر ہم امام نورانی کے صاحبزادگان اور اہلخانہ بالخصوص صاحبزادہ علامہ شاہ محمد انس نورانی کے لیے دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ اس گھرانے کو شاد وآباد اور مشن نورانی پر ثابت قدم رکھے اور اس عظیم جماعت کو حاسدوں کے حسد اور دشمنوں کی دشمنی سے بچائے اور ساتھ ہی یہ بھی دعا ہے کہ جو اکابرین جمعیت ابھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حیات ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو عمر خضر عطا فرمائے (آمین) آج بھی عوام اہلسنت بالخصوص ارکان جمعیت علماء پاکستان امام نورانی کے دونوں صاحبزادگان شاہ محمد انس نورانی صدیقی اور شاہ محمد اویس نورانی صدیقی کو احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی کامیابی، کامرانی اور ثابت قدمی کے لیے دعا گو ہیں۔

آخر میں ہم پاکستان کے علماء وعوام اہلسنت سے اپیل کرتے ہیں کہ پاکستان کی قسمت کی تبدیلی نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کیلئے سواد اعظم اہلسنت کی واحد مذہبی وسیاسی قوت جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت اختیار کریں اور محافظین فکر نورانی کی صفوں میں شامل ہوجائیں ایسے علماء کرام جو اپنی مصروفیات کی بناء پر جمعیت میں شامل نہیں ہوسکتے ان کے لئے "مرکزی جماعت اہلسنت" موجود ہے جہاں جمعیت کے قائدین ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ ہیں۔ طلبہ کے لئے انجمن طلبہ اسلام، نوجوانوں کے لئے انجمن نوجوانان اسلام کا پلیٹ فارم موجود ہے۔ خدمت خلق اور فلاح انسانیت کے جذبات سے سرشار احباب کے لئے امام نورانی کے قائم کردہ ورلڈ اسلامک مشن اور الاقدام ویلفیئر ٹرسٹ جیسے ادارے موجود ہیں کیونکہ

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ
اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق ومغرب میں تیرے ہی دور کا آغاز ہے

ہو نظام مصطفیٰ نافذ خدارا آج پھر

جگمگائے قوم مسلم کا ستارہ آج پھر



جمعیت علماء پاکستان کے 60 ویں یوم تاسیس پر ہم عزم کرتے ہیں کہ ہم

زندگی کی آخری سانسوں تک

قائد اسلامیہ

علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

کے نقش قدم پر چلتے ہوئے۔ وطن پاک میں مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ

اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی جدوجہد جاری رکھیں گے۔

منجانب: جمعیت علماء پاکستان کراچی